انصارالدین

جلد ۱۴ نمبر ۳ ہجرت احسان ہجری شمسی ۱۳۹۵ء مئی وجون ۲۰۱۷ء



Charity Walk 2017


Charity Walk 2017

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 14   نمبر 3   مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ   مئی و جون 2017ء

انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس: ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن
قائد اشاعت: راجہ منیر احمد
مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: صفدر حسین عباسی، حبیب الرّحمٰن غوری۔
مینیجر: نعیم گلزار
ڈیزائننگ: عامر احمد ملک
ترسیل: سعادت جان (انچارج)

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5PT   e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا۔ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا۔ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔ (النور56)

ترجمہ: تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ اور ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ضرور تمکنت عطا کرے گا۔ اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

یہ آیت جیسا کہ اس کے مضمون سے واضح ہے اللہ تعالیٰ کے مسلمانوں سے اس وعدے کو بیان کر رہی ہے کہ اسلام میں خلافت قائم رہے گی۔ ہاں آنحضرت ﷺ کے ایک ارشاد کے مطابق مسلمانوں کے عمل اور ایمان کی حالت کی وجہ سے یہ انعام مسلمانوں سے ایک عرصہ کے لئے چھن جائے گا۔ لیکن ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق مضبوط ایمان والوں اور نیک اعمال بجالانے والوں اور اللہ تعالیٰ کے اس آخری کامل اور مکمل دین پر چلنے والوں میں یہ نظام دوبارہ قائم ہوگا اور خلافت علیٰ منہاج نبوت پھر دنیا میں قائم اور جاری ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے ذریعہ جاری نظام کے علاوہ کون ہے جو آج ایمان کو دنیا میں قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو امن، پیار اور محبت کے ساتھ اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلا رہا ہے۔ ایمانوں کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے کوشش کر رہا ہے۔ کفر و الحاد کے اس دَور میں یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا کام ہے جسے ہمیں کرنا چاہئے اور کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ آپ کے بعد قدرت ثانیہ جو کہ خلافت ہے اس کے ذریعہ پھر اللہ تعالیٰ آپؑ کے مشن کی تکمیل کرے گا اور اسلام کو دوبارہ غلبہ عطا فرمائے گا اور ماننے والوں کی تسکین کے سامان بھی کرے گا۔

پس مشکلات بھی آئیں گی، ابتلاء بھی آئیں گے لیکن آخری فتح انشاء اللہ جماعت احمدیہ کی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے جاری ہونے والا نظام خلافت ہی وہ حقیقی نظام ہے جس کے ساتھ ترقیات وابستہ ہیں اور دنیا کی امن و سلامتی بھی وابستہ ہے۔

عارضی روکوں کے باوجود اسلام کا غلبہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اور آپ کے بعد جاری نظام خلافت کے ذریعہ ہی ہونا ہے۔ مخالفین چاہیں جتنا مرضی زور لگالیں ان کے حصہ میں نامرادی اور ناکامی ہی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26مئی 2017ء سے انتخاب)

حدیث النبی ﷺ

☆ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا تیار کر کے لائے اور تم اسے اپنے پاس بٹھا کر نہ کھلا سکو تو کم از کم ایک یا دو لقمے تو اسے کھانے کو دے دو۔ کیونکہ اس نے یہ کھانا محنت سے تیار کیا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب العتق باب اذا اتاہ خادمہ حدیث نمبر 2370)

☆ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک غلام پر کچھ سختی کی تو رسول اللہ ﷺ ان پر ناراض ہوئے اور فرمایا: یہ لوگ تمہارے بھائی اور خدمت گار ہیں جنہیں خدا نے تمہاری نگرانی میں دیا ہے۔ پس جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ اور ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو اور اگر کوئی مشکل کام ان کے سپرد کر دو تو ان کی مدد کرو۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاھلیۃ حدیث نمبر:29)

☆ مکّہ والوں کو غلے کا ایک حصہ یمامہ سے جایا کرتا تھا۔ جب یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثالؓ نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے غلہ رکوادیا اور کہا رسولؐ اللہ کی اجازت کے بغیر ایک دانہ بھی مکہ نہیں جائے گا۔ اہل مکّہ نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں خط لکھا کہ ہمارے بڑے تو قتل ہوگئے اور باقی بھوک سے مر رہے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ کو خط لکھا کہ غلے کی ترسیل جاری کر دی جائے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفۃ حدیث نمبر 4024)

☆ رسول کریم ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد اہل مکہ پر قحط کا عذاب آیا اور وہ مُردار اور ہڈیاں کھانے لگے۔ ابوسفیان نے مدینہ آ کر رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور بارشوں سے قحط دور ہوگیا۔ اس قحط کے دوران رسول اللہ ﷺ نے 500 دینار بھی اہل مکہ کی امداد کے لئے بھجوائے۔ (بخاری کتاب التفسیر۔ سورۃ الدخان حدیث نمبر 4447)

☆ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی سلول نے ام المومنین حضرت عائشہؓ پر ناپاک الزام لگایا۔ اس کے مخلص مسلمان بیٹے نے اسی جرم میں اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی تو آنحضرت ﷺ نے اس کی اجازت نہ دی۔

(اسد الغابہ جلد3ص 197)

☆ آنحضرت ﷺ نے اشعر قبیلہ کے باہمی تعاون کو پسند کرتے ہوئے فرمایا کہ جنگ کے وقت جب ان کا زادراہ ختم ہوجاتا ہے یا ان کے اہل وعیال کا کھانا کم پڑ جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس موجود ہوتا ہے وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر ایک برتن میں ڈال کر برابر تقسیم کر لیتے ہیں وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل الاشعریین حدیث:4556)

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی کو پھلوں کے کاروبار میں نقصان پہنچا اور اس پر بہت قرضہ چڑھ گیا آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے صدقہ کی تحریک فرمائی مگر قرض کی رقم کے برابر مال اکٹھا نہ ہوسکا۔ اس پر رسولؐ اللہ نے قرض خواہوں سے فرمایا جو ملتا ہے لے لو اور باقی معاف کر دو۔

(مسند احمد جلد3 ص58 حدیث نمبر 11568)

کلام الامام علیہ السلام

ہمدردیٔ خلق پر حضرت مسیح موعود کا پُر درد کلام

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبانِ حق
نمے گردد بیاں ، آں درد ، از تقریر کوتاہم

وہ درد جو میں طالبان حق کے لئے اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ میں اس درد کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔

دل و جانم، چناں مستغرق ، اندر فکرِ اُوشان است
کہ نے از دِل خبردارم ، نہ ازجانِ خود آ گاہم

میری جان و دل ان لوگوں کی فکر میں اس قدر مستغرق ہے کہ مجھے اپنے دل کی خبر ہے نہ اپنی جان کا ہوش ہے۔

بدیں شادم کہ غم از بہرِ مخلوقِ خدا دارم
ازیں درلذّتم ، کز درد مے خیزد ، زدِل آ ہم

میں تو اس بات پر خوش ہوں کہ مخلوق کا غم رکھتا ہوں اور اس کے باعث میرے دل سے جو آہ نکلتی ہے اس میں مگن ہوں۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا ، خدمت خلق است
ہمیں کارم ، ہمیں بارم ، ہمیں رسم ، ہمیں راہم

میرا مقصود اور میری خواہش خدمت خلق ہے۔ یہی میرا کام ہے یہی میری ذمہ داری ہے یہی میرا طریقہ ہے۔

نہ من از خودِ نہم، در کوچۂ پند و نصیحت پا
کہ ہمدردی بَرد آنجا ، بہ جبر و زور و اِکراہم

میں خود اپنی خواہش سے پند و نصیحت کے کوچہ میں قدم نہیں رکھتا بلکہ مخلوق کی ہمدردی زبردستی مجھے کھینچے لئے جارہی ہے۔

غم خلقِ خدا، صرف از زباں خوردن، چہ کارست ایں
گرش ، صد جاں بپاریزم ، ہنوزش عذر میخواہم

صرف زبان سے خلق خدا کے غم کھانے کا کیا فائدہ اگر اس کیلئے سو جانیں بھی فدا کروں تب بھی معذرت کرتا ہوں۔

چو شامِ پُر غُبار و تیرہ حالِ عالَمے بینم
خُدا بروے فرود آرد ، دُعا ہائے سحر گاہم

جب دنیا کی تاریکی کو دیکھتا ہوں تو (چاہتا ہوں کہ) خدا اس پر میری پچھلی رات کی دعاؤں کی (قبولیت) نازل کرے۔

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد1صفحہ 73 و 74)

فرمودات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

'' مسلمان علماء کے غلط نظریات، قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور ارشادات کی گہرائی کو نہ سمجھنے اور صرف سطحی تشریحیں اور تفسیریں کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت اس بات کو سمجھتی ہی نہیں کہ خلافت کا نظام کس طرح قائم ہوگا۔ اور ایک بہت بڑا طبقہ مسلمانوں میں ایسا بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ کسی خلافت کی ضرورت نہیں ہے اور جو جس جس فرقے سے تعلق رکھتا ہے اس پر عمل کرے اور یہی کافی ہے کیونکہ آجکل مسلمانوں کی دنیا کے سامنے جو حالت ہے اور جس طرح اسلام بدنام ہو رہا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ جو جس طرح رہ رہا ہے، رہے۔

ایک مسجد کے امام ہیں بلکہ وہ مولوی صاحب اپنا ایک ادارہ بھی چلاتے ہیں۔ بظاہر دین کا علم رکھنے والے ہیں۔ انہی مغربی ممالک میں رہتے ہیں۔ ہم احمدیوں سے ان کے تعلقات بھی اچھے ہیں۔ وہ احمدیوں کو بُرا بھی نہیں سمجھتے۔ انہوں نے خود مجھے کہا کہ مَیں جس اسلامی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہوں ان کے بزرگوں نے یہی کہا ہے کہ کسی کے دین کو چھیڑو نہ اور اپنا دین چھوڑو نہ۔ اب جو ایسے نظریات رکھنے والے ہیں اور علماء کہلاتے ہیں وہ اپنے ماننے والوں اور پیچھے چلنے والوں کو یہی سبق دیں گے کہ کسی ایک خلافت پر متحد ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے نزدیک ذاتیات اور فرقے مسلم اُمّہ کے وسیع تر مفاد اور ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی نسبت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ پس جب قرآن کریم کی تعلیم کو نہ سمجھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر غور نہ کریں تو پھر یہی کچھ ہوتا ہے۔

...... کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی دنیاوی حکومتوں کے بل بوتے پر اپنی خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے خیال میں خلافت کسی طاقت کی وجہ سے قائم ہو جائے گی۔ عام مسلمانوں کے اس غلط نظریے کی وجہ سے اسلام مخالف طاقتوں نے بھی اسلامی دنیا کو کمزور کرنے کے لئے ایسی تنظیموں کو قائم کرنے میں کردار ادا کیا اور مدد دینی شروع کی جنہوں نے خلافت کے نام پر اپنے آپ کو منظم کیا۔ لیکن یہ کچھ عرصہ تک دنیاوی مقاصد حاصل کر کے دنیاوی آقاؤں کی مدد نہ ملنے کی وجہ سے یا ان کے مقاصد پورے ہونے کی وجہ سے ختم ہو رہی ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26مئی 2017ء سے انتخاب)

لاطینی امریکہ میں پہلی مسجد بیت الاوّل (گوائٹے مالا) کی تعمیر

(اقبال احمد نجم۔ سابق مبلغ گوائٹے مالا)

برّاعظم وسطی امریکہ میں واقع ایک چھوٹا سا ملک گوائٹے مالا ہے جہاں ہمیشہ بہار کا موسم رہتا ہے اور بارشیں بہت ہوتی ہیں۔ اس ملک میں لاطینی امریکہ کی پہلی مسجد کی تعمیر کی توفیق خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو عطا ہوئی۔

نومبر 1988ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق گوائٹے مالا پہنچا تا کہ دوشہروں گوائٹے مالا اور انتی گوا کے درمیان واقع میونسپلٹی میکسیکو کے علاقہ میں مسجد احمدیہ "بیت الاوّل" کی تعمیر کی نگرانی کر سکوں۔ دونوں شہروں کا درمیانی فاصلہ 40 میل تھا۔ میری یہاں آمد سے احمدیہ مشن کا آغاز بھی ہوا جبکہ یہاں پر پہلے کوئی احمدی موجود نہیں تھا۔ کچھ عرب یہاں مقیم تھے جنہیں قریباً دس سال سے مسجد بنانے کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔ چونکہ آئین کی رُو سے مُلک میں مذہبی آزادی تھی اس لئے ہمیں یہ مشورہ دیا گیا کہ خاموشی سے مسجد تعمیر کر لی جائے اور پھر بعد میں اعلان کر دیا جائے۔ بوجہ مذہبی آزادی کے پہلے سے تعمیر شدہ مسجد کو ازروئے قانون گرایا نہیں جاسکتا۔

اسی اثناء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی طرف سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ آپؒ نے جولائی کے پہلے ہفتہ میں امریکہ میں ایک مسجد کے افتتاح کے لئے جانا ہے۔ اگر یہ مسجد بھی اُس وقت تک 80 یا 90 فیصد تک تیار ہوگئی تو آپؒ خود بنفس نفیس آکر اس کا بھی افتتاح فرما دیں گے۔ جبکہ انجینئر کا کہنا تھا کہ مسجد کی تعمیر کا کام دس ماہ میں مکمل ہو سکے گا کیونکہ درمیان میں تین چار ماہ سخت بارشوں کے آنے والے ہیں جن میں کسی قسم کا تعمیراتی کام نہیں ہوسکتا۔ خاکسار نے انہیں بتایا کہ خلافت کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تعلق ہے اور موسم بھی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس لئے ہم صرف عزم کر لیں اور اپنی سی کوشش کریں کہ اسی عرصہ میں مسجد کی تعمیر مکمل ہو جائے۔

خاکسار نے حضورؒ کی خدمت میں سنگ بنیاد رکھنے کے لئے قادیان کی مسجد مبارک کی ایک اینٹ بھجوانے کی درخواست کی تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ خود ہی ایک اینٹ پر دعا کر کے سنگ بنیاد رکھ دو۔ چنانچہ ارشادِ گرامی کی تعمیل میں عاجز نے دعائے ابراہیمی کے ساتھ مسجد کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ یہ 20 فروری 1989ء کا دن تھا اور ہمارے پاس اس مسجد کی تعمیر کے لئے چار ماہ کا وقت تھا۔ رات دن کام ہونے لگا اور ساتھ ساتھ رپورٹ حضورؒ کی خدمت میں بھجوائی جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور پُرنور کی دعا سے یہ معجزہ دکھایا کہ بارشیں تین ماہ کے لئے مؤخر ہوگئیں۔ یہاں تک کہ اخباروں میں یہ بات آنے لگی کہ نامعلوم کیوں اس سال بارشیں نہیں ہورہیں اور ملک میں قحط سالی کا امکان پیدا ہو رہا ہے۔ جب اس بات کی اطلاع حضورؒ کی خدمت میں بھجوائی گئی تو پھر ہم نے دیکھا کہ تمام ملک میں بارشیں شروع ہو گئیں لیکن ہماری مسجد کے اوپر بادل تو تھے مگر بارش نہیں ہوتی تھی۔ دعاؤں کا یہ ایک بہت بڑا معجزہ تھا جو کثیر لوگوں نے دیکھا۔

جب مسجد بیت الاوّل تقریباً مکمل ہو چکی تو سب سے پہلے اخبار Prensa Libre نے 2 مئی 1989ء کی اشاعت میں حضور رحمہ اللہ کی تصویر کے ساتھ مسجد کی تکمیل کی خبر حضور پرنور کی آمد اور افتتاح فرمائے جانے کی اطلاع دی۔ پھر تو یہ سلسلہ دیگر تمام اخبارات میں بھی چل نکلا۔ 3/جولائی 1989ء کو افتتاح کا پروگرام تھا۔ افتتاح میں لوگوں کو دعوت دینے کا کام بوجوہ مشکل نظر آرہا تھا کیونکہ ایک تو مسجد کی تعمیر خاموشی کے ساتھ ہوئی تھی۔ دوسرے یہ شہر سے باہر ایک مضافاتی علاقہ میں تھی اور تیسرے یہ کہ افتتاح اُس روز ہونا تھا جو کام کا دن تھا۔ تاہم خاکسار نے صدر مملکت کو آنے کی دعوت دی جو قبول کر لی گئی۔ پھر قومی TV پر جا کر ڈائریکٹر صاحب سے حضورؒ کے انٹرویو کی درخواست کی جس کی پذیرائی نہیں ہوئی۔ بعدازاں افتتاح سے ایک دن قبل صدر مملکت نے آنے سے اس لئے معذرت کر دی کیونکہ وہاں پر مزدوروں کی ہڑتال شروع ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ان کا صدارتی محل میں ٹھہرنا ضروری تھا۔ جب مَیں نے درخواست کی کہ اپنا متبادل عطا فرما دیں تو انہوں نے نائب صدر مملکت، پانچ وزراء، تینوں افواج کے سربراہوں اور چیف جسٹس صاحب کو بھجوا دیا۔ ہم نے 500 کرسیوں کا انتظام کیا ہوا تھا جبکہ ایک ہزار افراد ان مہمانوں کے عملہ کے ہی آگئے۔ ہمارے علاقہ کے لوگوں کی کثیر تعداد بھی شامل ہوئی اور تمام اخبارات اور ٹی وی غرضیکہ سب کا سب میڈیا خود بخود ہی آ گیا اور وہی ڈائریکٹر صاحب مجھ سے حضور کے انٹرویو کی درخواست کر رہے تھے جو پہلے مانتے نہیں تھے۔ بعد میں ڈیڑھ گھنٹے کا حضور رحمہ اللہ کا انٹرویو ہوا جو سب ہمسایہ ملکوں میں بھی دیکھا اور سنا گیا۔ ہمسایہ ممالک کے اخباری نمائندے بھی آ گئے جنہوں نے حضورؒ کے متعدد انٹرویوز ریکارڈ کئے۔ سبحان اللہ۔ خدا تعالیٰ کے فرشتے اتر کر دلوں کی سرزمین تیار کر رہے تھے اور ہر طرف اسلام احمدیت کا بول بالا ہو رہا تھا...... یہ تھی لاطینی امریکہ کی پہلی مسجد بیت الاوّل کے افتتاح کی مختصر داستان۔ اسلام احمدیت کی سچائی کا جیتا جاگتا ثبوت اور ہستی باری تعالیٰ کی ایک زندہ دلیل۔

جنوبی امریکہ کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی ایک رؤیا 11 جولائی 1944ء کے "الفضل" قادیان اور "المبشرات" کے صفحہ 208، نمبر 293 پر شائع شدہ موجود ہے۔ خاکسار نے 1991ء میں یہ رؤیا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں دعا کی غرض سے بھجوائی تو آپؒ نے 21 دسمبر 1991ء کو جواباً فرمایا کہ "یہ تو بڑی اہم رؤیا ہے۔ جنوبی امریکہ کے علاقوں میں احمدیت کے نفوذ کی بشارت اس میں عطا کی گئی ہے۔ اللہ کرے ہماری زندگیوں میں ہی ہماری توقعات سے بڑھ کر شان کے ساتھ ان علاقوں میں اور ساری دنیا میں احمدیت پھیلے اور خوب خوب ترقی کرے۔ آپ کی نیک خواہشات بھی پوری فرمائے اور غیر معمولی مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور دین ودنیا کی حسنات سے نوازے۔ کَانَ اللّٰہُ مَعَکُم"۔

غیروں کی نظر میں خلفائے احمدیت اور خلافتِ احمدیہ کا مقام

(فرخ سلطان محمود)

جیسا کہ ظاہر ہے، اس موضوع کے دو حصے ہیں۔

پہلے حصّہ کے مطابق اگر آج احمدیوں کو نصیب ہونے والی یہ نعمت کوئی خودساختہ خلافت نہیں ہے بلکہ واقعتہً خلافت علیٰ منہاج نبوت کے تحت عطا ہوئی ہے اور اسے لوگوں کے کسی گروہ نے منتخب نہیں کیا بلکہ یہ خداتعالیٰ کا براہ راست انتخاب ہے جو ہمارے ربّ کا ہم غلامانِ مسیح محمدی پر احسانِ عظیم ہے تو اس کا لازماً نتیجہ یہی نکلنا چاہئے کہ اس بابرکت مسند پر ممکّن ہونے والے بابرکت وجود اپنی ذات میں اور اپنے اخلاق میں اور اپنے علم میں اور اپنی معرفت میں اور اپنی روحانی استعدادوں میں ایسے روشن چراغ ہوں گے کہ جن کے سامنے دنیاوی علماء زانوئے تلمّذ تہ کریں گے اور پاکیزہ وجود ایسے گوہرِ یکتا ہوں گے جن کی دُوررَس نگاہیں بظاہر معمولی روزمرّہ معاملات سے لے کر عالمی مسائل کے لئے ایسے قابلِ عمل حل تجویز کرتی چلی جائیں گی جو خداتعالیٰ کی خاص تائید کے بغیر ممکن ہی نہیں ہوسکتے۔ یہ خلیفۂ وقت کی ذاتی صفات اگرچہ جُدا جُدا ہیں لیکن قدرِ مشترک ایسی ہے کہ یہ وجود الگ الگ نظر آنے کی بجائے ایک لڑی میں پروئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور رشتۂ خلافت کا تسلسل کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ ایک کے بعد دوسرے خلیفہ کی بابرکت ذات ایک روشن ستارے کی طرح نمایاں ہونے کے باوجود (نظامِ شمسی کے ہر سیارے کی طرح) اُس آسمانی بابرکت آسمانی نظام سے منسلک بھی نظر آتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی کامل اطاعت اور آپؐ سے بے مثال محبت کے طفیل عطا ہوا ہے۔

مذکورہ موضوع کا دوسرا حصّہ یہ بیان کرتا ہے کہ خلافتِ احمدیہ کی اہمیت اپنی صفات کے حوالہ سے کس غیرمعمولی حیثیت کی حامل ہے۔ اور اس عظیم الشان آسمانی نظام یعنی خلافت احمدیہ کے زیرسایہ پرورش پانے کے نتیجے میں جماعت احمدیہ دیگر اقوام یا گروہوں سے کیسے ممتاز نظر آتی ہے جس کا اظہار ہمارے غیر بھی کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً آج جماعت احمدیہ میں جو غیرمعمولی تنظیم، بےمثال اطاعت، لاجواب جرأت، نہایت درجہ وفاشعاری، باہمی محبت و اخلاص، اسلام کے لئے حقیقی غیرت اور امّت مسلمہ کی بہبود کے لئے خالص جوش نیز انسانی ہمدردی کے لئے سچّا جذبہ اور مخلوقِ خدا سے ہمدردی میں کمال اگر نظر آتا ہے تو بلاشبہ ان تمام عوامل اور جذبات کے پس پردہ ایک ایسا وجود دکھائی دیتا ہے جو اپنی بےنفسی کے باوجود اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہوئے جب اپنی زبان سے کوئی کلمہ کہتا ہے تو خدا کے فرشتے اُس کے بیان کردہ عاجزانہ کلمات کو پورا کرنے کے لئے کُنْ فَیَکُوْن کے مطابق عمل شروع کردیتے ہیں۔

آیئے پہلے خلفائے کرام کی ذاتی صفات والے حصے کو لیتے ہوئے اِن بابرکت وجودوں کے بارے میں اُن کے ہم عصر چند راہنماؤں اور علمی شخصیات کے چند واقعات پر اختصار سے نظر ڈالتے ہیں۔

یوم خلافت کے موقع پر کی جانے والی ایک تقریر

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

❁ خداتعالیٰ کی تقدیرِ خاص سے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ جماعت احمدیہ کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضورؓ کی علمی قابلیت تو اسی ایک بات سے عیاں ہے کہ آپؓ کے ہم عصر غیراحمدی مخالف علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام بھی لگایا کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام کی عربی زبان میں تحریر فرمودہ معرکۃ الآراء کتب دراصل مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب نے تحریر کی ہیں۔ بلاشبہ یہ لغو بیانی حضرت مولوی صاحبؓ کی علمی حیثیت کی آئینہ دار ہے۔

❁ لیکن ایسے غیراحمدی علماء، جو غیرمتعصّب تھے، وہ تو حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کے اور آپؓ کے آسمانی علم کے عاشق تھے۔ چنانچہ جناب سرسید احمد خان صاحب جن کا نام ہندوستان کے مسلمان لیڈروں میں چوٹی کا ایک نام ہے اور خصوصاً سیاسی و علمی خدمات اور مدرسہ علی گڑھ کے حوالہ سے آپ کے نمایاں مقام کو اسلامی تاریخ ہمیشہ احترام کی نظر سے دیکھے گی۔ انہوں نے ایک بار کسی شخص کو اُس کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جواباً لکھا کہ:

> ''آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جاہل پڑھ کر جب ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے مگر جب اور ترقی کرتا ہے تو فلسفی بننے لگتا ہے۔ پھر ترقی کرے تو اسے صوفی بننا پڑتا ہے جب یہ ترقی کرے تو کیا بنتا ہے؟...... اس کا جواب اپنے مذاق کے موافق عرض کرتا ہوں۔ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو مولانا نورالدین ہوجاتا ہے۔''

❁ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ 1894ء میں ایک بار ''نواب صاحب آف بہاولپور'' کے علاج کے سلسلہ میں بہاولپور تشریف لے گئے۔ وہاں محترم نواب صاحب اور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نے آپؓ سے کہا: ''دراصل تو ہم آپ سے ملاقات کرنا اور قرآن پاک کے معارف سننا چاہتے تھے۔ علاج تو آپ کو بلانے کا ذریعہ بن گیا''۔ اس کے بعد محترم نواب صاحب نے آپؓ کو ساٹھ ہزار ایکڑ زمین کی پیشکش کی کہ آپؓ وہیں رہ جائیں لیکن آپؓ یہ پیشکش ردّ کرکے اپنے آقا و مطاع کے قدموں میں قادیان حاضر ہوگئے۔

❁ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کے دیرینہ مراسم علامہ محمد اقبال کے استاد شمس العلماء جناب سید میر حسن صاحب کے ساتھ بھی تھے اور وہ آپؓ کے بہت مدّاح تھے۔ اسی طرح علامہ اقبال بھی آپؓ کی بہت عزت کرتے تھے اور اہم مسائل میں آپؓ سے ہی رجوع کرتے تھے۔ علامہ تو اپنی ذاتی صحت سے لے کر عائلی مسائل اور فقہی معاملات کے حل کے لئے بھی آپؓ کا دروازہ کھٹکھٹاتے اور آپؓ کی ارشاد فرمودہ ہدایات کی بلاحیل وحجّت تعمیل کرتے۔ اس حوالہ سے تاریخ میں بہت سے واقعات موجود ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں تو بے شمار ایسی روایات موجود ہیں کہ برّصغیر اور پھر پاکستان کے چوٹی کے سیاسی راہنماؤں اور دیگر فیلڈز سے تعلق رکھنے والے دانشوروں نے حضورؓ سے راہنمائی، مدد اور دعاؤں کی درخواست کی اور خوب خوب برکتیں سمیٹیں۔ چنانچہ بے شمار واقعات میں سے صرف دو تین واقعات بیان کرتا ہوں کہ

❁ جولائی 1931ء میں شملہ میں مسلمان رہنماؤں کا ایک اہم اجلاس ہوا جس میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس اجلاس میں علامہ اقبال بھی موجود تھے جنہوں نے برملا کہا کہ کشمیر کمیٹی کا اتنا عظیم کام ہے جس کے لئے بہترین دماغ، بہترین وسائل اور قربانی کرنے والے کارکن درکار ہیں اور یہ تمام وسائل اور قائدانہ صلاحیتیوں کے مالک حضرت امام جماعت احمدیہ ہیں۔ اجلاس میں موجود خواجہ حسن نظامی اور دوسرے اکابرین نے یک زبان ہو کر علامہ اقبال کی تائید کی۔ اگرچہ حضورؓ نے اس تجویز سے اتفاق نہیں فرمایا اور اصرار کیا کہ صدارت کسی اَور کے سپرد کر دیں کام میری جماعت کر دے گی۔ اس پر علامہ اقبال نے کہا کہ حضرت صاحب! جب تک آپ اس کام کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے، یہ کام نہیں ہوگا۔ چنانچہ سب کے مجبور کرنے پر حضورؓ نے اس فیصلہ کو قبول فرمالیا۔

❁ سر ملک فیروز خان صاحب نون (جو پاکستان کے وزیراعظم بھی رہے) ہر ہفتے باقاعدگی سے حضورؓ کی خدمت میں سلام عرض کرتے اور حضورؓ کی طبیعت دریافت کرتے۔ آپ کا حضرت مصلح موعودؓ سے یہ عاشقانہ تعلق کئی ایسے احسانات کا نتیجہ تھا جو حضور نے اُن پر فرمائے تھے۔ مثلاً کہ اُن کی شادی کو چھ سات سال ہو چکے تھے لیکن اُن کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ لاہور میں رہائش تھی۔ 1925ء کی ایک صبح لیڈی نون صاحبہ نے اپنے ڈرائیور، نوکرانی اور خاندانی ملازم کو ہمراہ لیا اور قادیان کا سفر اختیار کیا۔ دوپہر ایک بجے یہ قافلہ قادیان پہنچا۔ لیڈی نون صاحبہ اور نوکرانی حضورؓ کے گھر میں چلی گئیں۔ حضورؓ اُس وقت نماز پڑھانے کیلئے گھر سے جانے والے تھے۔ لیڈی نون صاحبہ نے سارے حالات بیان کر کے عرض کی کہ آپؓ کا دوست سر فیروز خان تو اولاد کی خواہش میں دوسری شادی کر لے گا، میرے لئے دعا کریں۔ چنانچہ حضورؓ نے گھر کے افراد کے ساتھ اُسی وقت دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور اگلے ہی سال 1926ء میں ملک نور حیات خان صاحب نون پیدا ہوئے۔ یہ بچہ چار پانچ ماہ کا ہوا تو لیڈی نون صاحبہ پھر وہی قافلہ لے کر قادیان پہنچیں اور بچے کو حضورؓ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ حضورؓ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے، اس کے سر پر دست مبارک پھیریں کہ یہ بلند نصیبے والا ہو۔ بعد میں سر فیروز خان نون کے ہاں مزید دو بیٹے اور دو بیٹیاں بھی پیدا ہوئے۔ سبھی بااقبال ہوئے لیکن وہ بڑا بیٹا جس کے سر پر حضرت مصلح موعودؓ نے دست شفقت پھیرا تھا غیر معمولی قابلیت کا وجود تھا۔ نہایت پاکیزہ اخلاق کا حامل ایسا سیاستدان جس نے کئی بار قومی اسمبلی کی رُکنیت حاصل کی اور متعدد محکموں کا سالہا سال کامیاب وزیر رہا۔

❁ حضرت مصلح موعودؓ کے عاشقوں میں بہت بڑی تعداد مختلف علوم کے چوٹی کے اُن ماہرین کی تھی جنہیں حضورؓ کے لیکچرز سننے یا کتب پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ اور انہوں نے دل کھول کر حضورؓ کو خراج عقیدت پیش کیا۔

چنانچہ تفسیر کبیر کے بارہ میں علامہ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں: ’’اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپکے تبحر علمی، آپکی وسعت نظر، آپکی غیر معمولی فکر و فراست، آپکا حسن استدلال، اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے‘‘۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ اس منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ حضور رحمہ اللہ کی صورت اور شخصیت بھی حد درجہ متأثر کُن تھی۔

❁ اُس دَور میں لالیاں کی ایک بارسوخ شخصیت جناب مہر حبیب سلطان لالی صاحب کی تھی جو سیاسی طور پر بھی بہت بااثر اور مالی طور پر چالیس مربع اراضی کے واحد مالک تھے۔ 1970ء کے انتخابات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کے حریف کی حمایت کی تھی لیکن اس کے باوجود حضورؒ کی روحانی شخصیت کا اُن پر غیر معمولی اثر تھا۔ کچھ عرصہ بعد اُن کا ایک بیٹا فوت ہوگیا تو اس حادثہ کے چند دن بعد انہوں نے حضورؒ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ حضورؒ نے مصروفیت کے باوجود اُن کو وقت دیدیا کہ وہ معزز ہمسایہ اور غمزدہ ہیں۔ جب وہ حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؒ کے گھٹنوں کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ حضورؒ نے ازراہ شفقت اُن کے ہاتھ تھام لئے، اُن کو اپنے سینے سے لگایا اور صوفہ پر تشریف رکھنے کا ارشاد فرمایا لیکن وہ خاموشی سے انتہائی ادب اور عجز سے حضورؒ کے سامنے قالین پر بیٹھ گئے۔ حضورؒ نے فرمایا یہ طریق دین کی تعلیم کے خلاف ہے، مجھے جو بھی ملنے آتا ہے، چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، ہم سب اکٹھے بیٹھتے ہیں آپ صوفہ پر تشریف رکھیں۔ لیکن حضورؒ کے غیر معمولی احترام کی وجہ سے باوجود کوشش کے وہ کچھ بول نہ سکے جبکہ آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں۔ آخر حضورؒ کے اصرار پر وہ صوفے پر بیٹھ گئے لیکن چند ہی لمحوں بعد پھر قالین پر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ مَیں آپ کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا، مجھے یہیں بیٹھنے کی اجازت دیں۔ اُن کے اصرار پر حضورؒ خاموش ہوگئے۔

معزز مہمان نے اپنے بیٹے کی وفات کا ذکر کر کے کہا کہ میرا بیٹا ایک شہر میں بیمار ہوا اور دوسرے میں فوت ہوا۔ اب مَیں ان دونوں شہروں میں اپنے بچے تعلیم کے سلسلہ میں نہیں رکھنا چاہتا۔ مَیں نے خدا تعالیٰ سے رہنمائی کی دعا کی تھی تو میرے والد خواب میں آئے اور فرمایا کہ حضرت صاحب سے جا کر ملو۔ صبح مجھے سمجھ نہیں آئی کہ حضرت صاحب سے کون مراد ہیں۔ اگلی رات پھر والد صاحب آئے اور ناراضگی سے فرمایا کہ حضرت صاحب سے ملو اور بچے ربوہ داخل کراؤ۔ اتنا کہہ کر وہ شدّتِ غم سے مغلوب ہوگئے۔ حضور نے اُن سے نہایت محبت اور شفقت کا سلوک فرمایا اور مکان وغیرہ کا انتظام کرنے کی ہدایت فرمادی۔

اس شفقت کے دو سال بعد 1974ء میں جب احمدیوں کے خلاف ہنگاموں کی وجہ سے لالیاں کی پولیس نے اپنی ذمہ داری سے بچنے کے لئے وہاں کے سارے احمدیوں کو ربوہ پہنچا دیا تو مہر حبیب سلطان لالی صاحب اپنے سسر مکرم مہر محمد اسماعیل لالی صاحب کے ہمراہ اُسی رات ربوہ آ کر حضور کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور کہا کہ لالیاں کے لوگ شر پسند نہیں ہیں اور جب تک ہم زندہ ہیں، لالیاں میں کسی احمدی پر زیادتی نہیں ہوگی۔ چنانچہ حضورؒ کی اجازت سے لالیاں سے آنے والے احمدیوں سے فوری طور پر رابطہ کیا گیا اور راتوں رات اُن کو ٹریکٹر ٹرالیوں کے ذریعہ مع سامان واپس لالیاں پہنچا دیا گیا۔

مہر صاحب اُن تکلیف دہ حالات میں بھی حضورؒ کے چہرہ کی مسکراہٹ سے بہت حیران ہوئے۔ اور بعد میں بھی بار بار حضورؒ کی جرأت اور بہادری کی تعریف کیا کرتے تھے۔

❁ حضور کے چہرے کی مسکراہٹ اور بلا خوف طرزِ عمل پر حیرت کا اظہار اُس مارشل لاء افسر نے بھی کیا تھا جس نے 1953ء کے ہنگاموں کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو قید کی سزا پڑھ کر سنائی تھی۔ یہ سزا مارشل لاء کی ایک عدالت کی طرف سے ایک خاندانی خنجر رکھنے کے جرم میں دی گئی تھی۔ اُس فوجی افسر نے بعد میں بتایا کہ جب بھی عدالتوں کی طرف سے کسی کو سزا سنائی جاتی تو اُس شخص کو جا کر بتانے کی ڈیوٹی میری تھی۔ بڑے بڑے علماء اور سیاسی لیڈر جب اپنی سزائیں سنتے تو شور مچاتے اور گالیاں بکتے۔ لیکن جب مَیں نے مرزا صاحب کو عدالتی فیصلہ پڑھ کر سنایا تو آپ نے خاموشی سے عدالتی فیصلہ سُنا اور پھر پوچھا کہ اب مَیں جاؤں۔ آپ نے ایک لفظ بھی احتجاج کا نہیں کہا اور نہ ہی کوئی دھمکی وغیرہ دی۔ تب مَیں نے کہا کہ مرزا صاحب! چونکہ عدالت کا فیصلہ انگریزی میں ہے اور غالباً آپ کو سمجھ نہیں آئی کہ عدالت نے آپ کو قید کی سزا دی ہے۔ اس لئے مَیں آپ کو اِس عدالتی فیصلے کا اردو میں ترجمہ کر کے سنا دیتا ہوں۔ وہ فوجی افسر کہا کرتا تھا مجھ پر حیرت کا دوسری بار پہاڑ ٹوٹا جب مرزا صاحب نے صرف یہ فقرہ کہا کہ مَیں آکسفورڈ یونیورسٹی کا گریجوایٹ ہوں۔

❁ مُلّا مفتی محمود صاحب اور بعض دوسرے مُلّاؤں کے بیانات ریکارڈ پر موجود ہیں کہ ہم تو قومی اسمبلی میں مرزا ناصر احمد کے خلاف بڑی کوششیں کر کے ماحول بنایا کرتے تھے لیکن مرزا ناصر احمد جب اسمبلی میں آتے تو حالات یکسر بدل جاتے تھے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"اسمبلی میں قرارداد پیش ہوئی اور اس پر بحث کے لئے پوری اسمبلی کو کمیٹی کی شکل دے دی گئی۔...... جب اسمبلی ہال میں مرزا ناصر آیا تو قمیص پہنے ہوئے اور شلوار و شیروانی میں ملبوس بڑی پگڑی، طُرّہ لگائے ہوئے تھا اور سفید داڑھی تھی تو ممبران نے دیکھ کر کہا کیا یہ شکل کافر کی ہے اور جب وہ بیان پڑھتا تھا تو قرآن مجید کی آیتیں پڑھتا تھا اور جب آنحضور ﷺ کا نام لیتا تھا تو درود شریف بھی پڑھتا تھا اور تم اسے کافر کہتے ہو اور دشمن رسول کہتے ہو؟"۔ (ہفت روزہ لولاک 28 دسمبر 1975ء)

مُلّا مفتی محمود صاحب نے یہ بھی بتایا کہ اُن دنوں کئی بار مَیں ساری ساری رات نہیں سو سکا کہ کس طرح اسمبلی کے ممبران کو قائل کروں اور وہ اس بات پر کسی طرح راضی ہو جائیں کہ ہماری بات مان کر قادیانیوں کے خلاف قرارداد پر دستخط کر دیں۔

❁ پس حضور رحمہ اللہ کی شخصیت اور عالمانہ حیثیت نے جو اثر اسمبلی کے ممبران پر چھوڑا تھا، وہ زائل نہیں ہو سکا اور بہت سے ممبران نے بعد میں اپنے انٹرویوز میں برملا اس بات کا اظہار کیا۔ انہی میں ایک مہر غلام حیدر بھروانہ ممبر قومی اسمبلی بھی تھے۔ جو فیصلہ ہو جانے کے بعد ایک بار دو دیگر افراد کے ہمراہ حضورؒ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ تو ملاقات ختم ہونے پر اُن میں سے ایک صاحب جب باہر آئے تو بار بار اور بے ساختہ یہ کہا کہ سچے جھوٹے کا علم اللہ کو ہے لیکن اتنا خوبصورت پیر مَیں نے کبھی نہیں دیکھا، بہت ہی خوبصورت ہیں۔

❁ مہر غلام حیدر بھروانہ صاحب اسمبلی کے اندر ہونے والی کارروائی کے بارہ میں یہ بیان کیا کرتے تھے کہ حضورؒ نے اسمبلی میں جس طرح خطاب فرمایا ہے، یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی، کتنی عجیب بات ہے کہ سوال کرنے والے تو تیاری کرنے کے بعد سوالات کرتے تھے لیکن جواب دینے والی شخصیت موقع پر ہی جواب دے رہی تھی بلکہ ساتھ آنے والے کوئی صاحب جب کوئی کتاب یا نوٹ آگے کرتے تو حضورؒ اشارہ سے فرماتے کہ رہنے دیں۔ آپؒ کے جوابات اور نورانی شخصیت سے ممبران اسمبلی بے حد متأثر ہوئے۔ آپ جب آتے تو سڑکوں پر یوں محسوس ہوتا کہ کوئی وائسرائے تشریف لا رہے ہیں اور جب اسمبلی کے ہال میں داخل ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں سلام کہتے تو بعض ممبران بے ساختہ کھڑے ہو جاتے۔ آپؒ کے نورانی چہرے اور ٹھوس دلائل سے مخالف ممبران سخت پریشان تھے اور بعض تو حضورؒ کی شخصیت اور دلائل سننے کے بعد جماعت احمدیہ کے حق میں مائل ہوتے جا رہے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی عظیم الشان شخصیت اور آپ سے غیروں کی محبت اور عقیدت کے تو لندن کے ہم میں سے بہت سے لوگ گواہ ہیں۔ لیکن دو چار منفرد واقعات بیان کرتا ہوں جن سے یہ اندازہ ہوگا کہ سیاسی بصیرت کے حامل اس بابرکت وجود کو خدا تعالیٰ نے خاص جرأت سے بھی نوازا تھا۔ مثلاً

❁ جناب میر رسول بخش تالپور صاحب وزیر اعظم بھٹو کی کابینہ میں سینئر وزیر تھے۔ وہ بتایا کرتے تھے کہ اُن کا خاندان صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی بہت عزت کرتا ہے کیونکہ ایک بار اُن کے بڑے بھائی میر علی احمد تالپور کا بطور وزیر، وزیر اعظم بھٹو سے کابینہ کی میٹنگ میں اختلاف ہو گیا۔ اسی وقت اطلاع آئی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب آئے ہیں تو بھٹو نے آپؒ کو وہیں کابینہ کے اجلاس میں ہی بلا لیا۔ آپؒ نے آکر ماحول کو دیکھا تو وہیں بھٹو سے میر صاحب کے بارہ میں کہا کہ یہ سندھ کا ایک معزز خاندان ہے اور اختلاف کرنے پر ناراضگی اچھی نہیں لگتی۔ تالپور صاحب کہتے ہیں کہ اُس دن کے بعد سے ہماری والدہ محترمہ اور دیگر افراد خانہ میاں صاحب کی حق گوئی اور بزرگی کی بہت عزت کرتے ہیں۔

❁ مختلف علوم پر حضورؒ کی دسترس حضور کی کتب اور خطابات سے تو عیاں ہے ہی لیکن خلافت سے قبل بھی یہ گوہر واقعتہً یکتا تھا۔ چنانچہ مکرم چودھری غلام احمد صاحب مرحوم سابق امیر جماعت بہاولپور محکمہ آبپاشی میں ریونیو آفیسر تھے۔ بہاولپور میں ایک مجلس سوال و جواب کا اہتمام کیا گیا تو محکمہ آبپاشی کے چیف انجینئر کو مہمان خصوصی بنایا گیا۔ جب حضورؒ سے اُن کا تعارف ہوا تو حضورؒ نے آبپاشی کے بارہ میں باتیں شروع کیں۔ کچھ ہی دیر میں چیف انجینئر صاحب گھبرا گئے تو حضورؒ نے اُن کی حالت کا اندازہ کر کے مجلس سوال و جواب شروع کر دی۔ اگلے روز چیف انجینئر صاحب نے مکرم چودھری صاحب کو بلا کر کہا کہ مَیں تو سمجھا تھا کہ ربوہ سے تمہارا کوئی مولوی آئے گا لیکن وہ صاحب تو علم کا کوئی سمندر تھے، مَیں اس محکمے میں رہ کر وہ کچھ نہیں جانتا جو وہ جانتے تھے۔

❁ 1990ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں جب USSR کا شیرازہ بکھرا تو نوزائیدہ ریاستوں کے بعض محکموں کے وزراء کو برطانوی حکومت کی طرف سے لندن آکر ایک کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا۔ اس کانفرنس کے دوران ایک احمدی نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اجازت سے اُن معززین میں سے بعض کو پیشکش کی کہ کانفرنس کے اختتام پر اگر کوئی تین چار روز کے لئے ہماری میزبانی قبول کرلے تو ہم لندن کی سیر بھی اُسے کروادیں گے۔ قریباً بیس افراد نے یہ پیشکش قبول کی۔ اُن کی رہائش کا انتظام مسجد فضل کے سامنے 41 گیسٹ ہاؤس میں تھا۔

پروگرام کے مطابق تیسرے دن عصر کے بعد اُن کی حضور رحمہ اللہ سے ملاقات کا انتظام کیا گیا تھا۔ خاکسار کو بھی ان معززین کی میزبانی کا موقعہ ملا۔ تیسرے دن صبح جب وہ سیر کے لئے روانہ ہوئے تو وہ پہلے دو دنوں کی طرح رات گئے تک خوب enjoy کرنا چاہتے تھے۔ لیکن عصر سے ایک گھنٹہ قبل جب ہم نے اُنہیں واپس چلنے کے لئے کہا تو اُن کے چہروں پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے اور بعض نے تو اظہار بھی کیا کہ وہ کسی ملاقات کے پروگرام کے لئے تو نہیں آئے تھے وغیرہ۔ بہرحال جب ہم واپس گیسٹ ہاؤس پہنچے تو ہمارے مہمانوں میں سے اکثر کا موڈ آف تھا۔ اسی اثناء میں حضور رحمہ اللہ تشریف لے آئے۔ حضورؒ نے بات چیت سے قبل فرداً فرداً تعارف حاصل کیا۔ پھر فرمایا کہ آپ کی ریاستیں ابھی آزاد ہوئی ہیں اور قوم کی رہنمائی کے لئے آپ منتخب ہوئے ہیں۔ اس کے بعد حضورؒ نے انہیں امورِ مملکت چلانے، ترقیاتی پروگرام بنانے، عوام کی فلاح سے متعلق، فنانس کو کنٹرول کرنے کے بارے میں، نیز بیرونی دنیا خصوصاً بڑی طاقتوں سے روابط سے متعلق اور بے شمار دیگر امور کے متعلق ایسے ارشادات فرمائے کہ مہمانوں کے چہرے حیرت اور بشاشت سے چمکنے لگے۔ پھر سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوگیا جو کافی دیر تک جاری رہا۔ حیرت یہ تھی کہ حضور کی بیان فرمودہ ساری بات میں کہیں بھی مذہب یا جماعت احمدیہ کے حوالہ سے ذکر نہیں کیا گیا بلکہ خالصتاً امورِ سلطنت اور خصوصاً اُن شعبوں کے حوالہ سے بات ہوئی جو اُن وزراء کے سپرد تھے۔

جب یہ محفل ختم ہوئی تو وہ مہمان اتنے مسرور اور مطمئن تھے کہ بار بار یہ اظہار کررہے تھے کہ اگر ہم اس ملاقات سے محروم رہ جاتے تو پھر لندن آنے کا کوئی بھی فائدہ نہیں تھا۔ اور وہ سب اگلے روز اپنی روانگی تک اس بات پر شکرگزار ہوئے جارہے تھے کہ حضور نے اپنے اتنے قیمتی وقت سے ہمیں بہت سا وقت عنایت فرمادیا اور ایسی معلومات دیں جو شاید کہیں سے نہ مل سکیں۔

❁ کچھ ایسے ہی بھرپور جذبۂ تشکّر کا احساس خاکسار نے بوسنیا کے اُن لیڈروں میں بھی دیکھا تھا جو بوسنیا کی آزادی کے ساتھ ہی سربیا کی ظالمانہ جارحیت کا شکار ہونے والے نوزائیدہ ملک کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے تھے۔ اُن کی Exile Govt کے کئی لیڈر لندن میں مقیم تھے اور اپنے ملک کی حالتِ زار دیکھتے ہوئے دن رات تڑپ رہے تھے۔ انتہائی پریشانی اور کسمپرسی کا شکار ہونے کے باوجود ایک جنون کے ساتھ اپنی قوم کی بقاء اور تحفظ کے لئے سرگرداں تھے۔ ایسے نازک وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے نہ صرف اُن لیڈروں کو نہایت گرانقدر مشوروں سے نوازا اور ہر قسم کی اخلاقی حمایت نہایت جرأت مندانہ انداز میں مہیا فرمائی بلکہ بوسنین مہاجرین کے سر پر بھی دستِ شفقت رکھا۔ نہ صرف جماعت کو اُن سے ہمدردانہ سلوک کرنے کی طرف بار بار توجہ دلائی بلکہ ذاتی طور پر بھی اُن مظلوموں کی دادرسی کے لئے اپنی طاقت سے بڑھ کر خدمت کی توفیق پائی۔

اُس زمانہ میں حضور رحمہ اللہ کے ارشاد پر بوسنین حکومت کے لئے اشتہارات، پمفلٹس اور دیگر لٹریچر وغیرہ کی تیاری کے سلسلہ میں خاکسار کو بھی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ یہ بوسنین لیڈر بارہا ہمارے مرکزی شعبہ کمپیوٹر واقع Hardwick Way Lodnon میں تشریف لایا کرتے۔ رات گئے تک وہاں کام میں مصروف رہتے۔ اپنے ملک کے افسوسناک حالات پر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ کی گرانقدر شفقتوں پر دل سے احسان مندی کا اظہار بھی کرتے۔ اہم بات یہ بھی تھی کہ اُس دَور کی ساری امدادی سرگرمیوں میں کہیں بھی مذہب کا اظہار نہیں تھا بلکہ خدا کی خاطر محض اپنے ایسے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی اور مدد کرنا مقصود تھا جو اپنے ہی وطن سے بے سروسامانی کے عالم میں ہجرت کرنے پر مجبور کردیئے گئے تھے اور دوسری طرف مغربی ممالک میں اگرچہ انہیں خوش آمدید کہا گیا تھا لیکن درپردہ چرچ کے ذریعہ اُن کی خدمت ایسے انداز سے کی جارہی تھی کہ اُن کے دل میں عیسائیت کی ہمدردی کی تعلیم لاشعور میں بٹھادی جائے۔ ایسے نہایت تکلیف دہ حالات کا شکار مسلمانوں کی مدد کے لئے جب کوئی اسلامی ریاست نہ صرف عملاً سامنے نہیں آئی تھی بلکہ کسی مسلمان لیڈر کو اپنی زبان سے بھی اپنے مظلوم بوسنین مسلمان بھائیوں کی ہمدردی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ چنانچہ واقعتہً ساری دنیا میں صرف حضورؒ کی ہی ذات تھی جن کی مسلسل دعاؤں اور نہایت قیمتی مشوروں سے خداتعالیٰ نے بوسنین مسلمانوں کے لئے امن کے حالات پیدا فرمادیئے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی امن کے لئے کی جانے والی مساعی اور دیگر عالمی مسائل کے حوالہ سے نیشنل اور انٹرنیشنل فورمز پر ہونے والے خطابات اور پیغامات کے بعد مقتدر نمائندگان اور اعلیٰ مراتب پر فائز سامعین و قارئین والہانہ انداز میں یہ اظہار کرتے ہیں کہ ہر طرح کے مسائل پر حضورانور کی دُوربین نگاہ اور اُن کے حل کے لئے بیان کی جانے والی ہدایات کو ایسے فورمز پر بیان کرنا نہ صرف معاملہ فہمی کی غیرمعمولی قابلیت، منصف مزاجی کی اہلیت اور وسیع النظر بصیرت کا متقاضی ہے بلکہ اس کے لئے ایسی جرأت بھی چاہئے جو دیگر اکثر مذہبی اور سیاسی راہنماؤں میں مفقود نظر آتی ہے۔ مختلف ممالک کی پارلیمنٹس کے نمائندگان، یورپین پارلیمنٹ اور امریکہ کے کیپٹل ہل میں حضورانور کے خطابات کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ مسلمہ کی جانب سے پیش کی جانے والی اسلامی تعلیمات جب میڈیا کے ذریعہ لاکھوں لوگوں تک پہنچیں تو خداتعالیٰ کے فضل سے احمدیوں کو ایسا مقام عطا ہوا ہے کہ مُلّا فضل الرحمٰن کے بقول آج مغربی ممالک میں اُسی اسلام کو حقیقی اسلام سمجھا جاتا ہے جو قادیانی پیش کرتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مغرب میں مسلمان قادیانیوں کو ہی سمجھا جاتا ہے۔

اس حوالہ سے اہم مناصب پر فائز بے شمار افراد کے تأثرات تاریخ میں محفوظ ہوتے چلے جارہے ہیں۔ لیکن ذیل میں چند ایسے منتخب تأثرات پیش کئے جاتے ہیں جو 2012ء میں یورپین پارلیمنٹ میں حضورانور کے خطاب سے متأثر ہوکر وہاں موجود بعض اہم شخصیات نے کہے:

❁ Bishop Dr. Amen Howard جو جنیوا (سوئٹزرلینڈ) سے

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب میں شمولیت کے لئے آئے تھے، موصوف انٹرفیتھ انٹرنیشنل کے نمائندہ اور رفاہی تنظیم Feed a Family کے بانی صدر بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ''یہ شخص جادوگر نہیں لیکن ان کے الفاظ جادو کا سا اثر رکھتے ہیں۔ لہجہ دھیما ہے لیکن ان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ غیر معمولی طاقت، شوکت اور اثر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس طرح کا جرأت مند انسان مَیں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کی طرح کے صرف تین انسان اگر اس دنیا کو مل جائیں تو امن عامہ کے حوالے سے اس دنیا میں حیرت انگیز انقلاب مہینوں نہیں بلکہ دنوں کے اندر برپا ہوسکتا ہے اور یہ دنیا امن اور بھائی چارہ کا گہوارہ بن سکتی ہے۔مَیں اسلام کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا۔ اب حضور کے خطاب نے اسلام کے بارے میں میرے نقطۂ نظر کو کلیۃً تبدیل کردیا ہے''۔

❁ سوئٹزرلینڈ سے آنے والے جاپانی بدھ ازم کے نمائندہ Jorge Koho Mello جو کہ راہب بھی ہیں، کہتے ہیں: ''آپ کو (یعنی حضورانور کو) جو علم، دانائی اور حکمت ودیعت کی گئی ہے کاش کہ لوگ اس علم اور دانائی سے فائدہ اٹھائیں۔...... حضور کے ساتھ ملاقات کے لمحات میرے لئے قیمتی ترین لمحات ہیں جن کو مَیں کبھی فراموش نہیں کرسکتا''۔

❁ آنریبل Fouad Ahidar ممبر بیلجیم نیشنل پارلیمنٹ نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ حضورانور کا یورپی پارلیمنٹ میں خطاب ہم تمام مسلمانوں کے لئے فخر کی بات ہے۔حضور کے خطاب نے ہمارے سر بلند کردیئے ہیں۔

❁ وزارت داخلہ بیلجیم کے نمائندہ Jonathan Debeer نے کہا کہ حضورانور کے خطاب نے ہم سب کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ہم نے اس سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ یہ خطاب ہم سب کے لئے انسپائرنگ ہے۔

❁ ناروے کے ایک ممبر پارلیمنٹ اور کرسچن ڈیموکریٹک پارٹی کے صوبائی سیکرٹری نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ'' جماعت احمدیہ بہت خوش نصیب ہے کہ ان کو ایسا عظیم رہنما ملا ہے۔حضورانور کا خطاب اور تقریب کا انتظام بہت اعلیٰ تھا۔ بغیر فعّال اور مؤثر لیڈرشپ کے ایسا ممکن نہیں ہے''۔

❁ حکومت فرانس کی داخلہ اور خارجہ وزارتوں کے نمائندہ Mr. Eric بھی شامل ہوئے۔ انہوں نے حضورانور کے خطاب کے تمام اہم پوائنٹس نوٹ کئے اور کہا کہ حضورانور کے خطاب میں فرانس کے لئے بہت رہنمائی ہے۔

❁ سپین کی رُکن پارلیمنٹ محترمہ Rocio Lopez نے لکھا کہ اس تقریب نے دوستی اور بھائی چارہ کے اثرات چھوڑے ہیں۔ برسلز کے اس پروگرام نے ایک متحرک جماعت کا علم دیا جو مسلسل تعمیری کاموں میں مصروف ہے۔ (constant renovation)۔عزت مآب مرزا مسرور احمد کی قیادت میں 'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں' جیسے ماٹو کے تحت مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے احمدی باہم مل جل گئے ہیں۔ دنیا جو اپنے نشے میں دھت چلی جا رہی ہے اور جہاں امن اور محبت کا پیغام انتہائی اہم ہے، ایسی دنیا میں آپ لوگوں کے بارے میں جاننا ہی ایک اعزاز کی بات ہے۔ اس بات سے زیادہ کیا چیز خوبصورت ہوسکتی ہے کہ آپ کے امام سے کچھ تبادلہ خیال ہوجائے یا ان کی تشدد کے خلاف تقریر کو غور سے سنا جائے۔ میں آپ کے تصورات کی کامل تائید کرتی ہوں۔ میں اس مردِ خدا کی طرف سے عالمی انسانی حقوق کی بحالی اور دنیا میں امن کے قیام کی تمام باتوں سے اتفاق کرتی ہوں۔

❁ مزید کہ یہ CNN کی ویب سائٹ پر بیلجیین بلاگز (Religion Blogs) والے حصہ میں حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ کے یورپین پارلیمنٹ کے خطاب میں سے چند فقرات کو بطور Quote of the Day شائع کیا گیا۔

خلافت احمدیہ کی اہمیت

پس اس امر میں کوئی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ جس وجود کو بھی اس منصب جلیلہ پر فائز فرماتا ہے، دنیا میں اُس کے ظاہری مقام اور روحانی استعدادوں میں غیر معمولی ترقیات بھی عطا فرماتا ہے۔

اور اب آخر میں ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق اس مضمون کے دوسرے حصہ سے ہے یعنی خلافت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے احمدیوں پر جو افضال نازل فرمائے ہیں، اُنہیں وہ لوگ کس طرح دیکھتے ہیں جو اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہیں۔ یہ واقعہ خاکسار نے 1995ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر کیا تھا اور پھر حضورؒ کے ارشاد کی روشنی میں اسے چند اخبارات و رسائل کی زینت بنایا گیا۔

1987ء میں جب خاکسار لاہور میں زیرتعلیم تھا اور وہاں احمدیہ ہوسٹل ''دارالحمد'' میں قیام تھا تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ''لاہوری جماعت'' کے پاس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو تبرکات موجود ہیں، اُن کی زیارت کی جائے۔ چنانچہ ہوسٹل کے قریب ہی واقع غیر مبائعین احمدیوں کے مرکز ''دارالسلام'' میں پہنچا۔ وہاں کئی ممتاز افراد سے میری ملاقات ہوئی جن میں (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے) جناب عبدالمنان عمر صاحب بھی شامل تھے۔ لیکن خاکسار کا مستقل رابطہ جس شریف النفس دوست کے ساتھ تھا وہ وہاں کی مرکزی لائبریری کے انچارج تھے اور جن کا نام غالباً قاضی عبدالاحد صاحب تھا۔ وہ وہاں کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دے رہے تھے۔ لمبے عرصہ سے لاہوری جماعت میں شامل تھے اور نسبتاً بہت معقول آدمی تھے۔ میرا زیادہ تر وقت قاضی صاحب کے پاس لائبریری میں ہی گزرتا۔ اکثر اُن کے ساتھ بہت ہی دلچسپ گفتگو ہوا کرتی۔

ایک روز اُن کے پاس لائبریری میں ہی بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں ایک ایسے صاحب بھی آگئے جنہوں نے یہ معلوم ہوتے ہی کہ مَیں ربوہ سے آیا ہوں، نہایت دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بدکلامی شروع کی اور سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ذات گرامی سے متعلق تو خصوصاً بکواس کی انتہا کردی۔ میرے لئے یہ صورتحال بڑی عجیب تھی۔ قاضی صاحب نے اُن سے بارہا خاموش ہوجانے کے لئے کہا اور بار بار یہ بھی کہا کہ ایسا کلام کرنا ہماری تعلیم نہیں ہے اور یہ بہت ہی زیادتی ہورہی ہے، نہ صرف ایک مہمان کے ساتھ بلکہ اُن لوگوں (یعنی خلفائے کرام) کے ساتھ بھی جو یہاں موجود ہی نہیں ہیں اور خدا کو پیارے ہوچکے ہیں......بہرحال جب قاضی صاحب کی ساری کوششیں اُن صاحب کو خاموش نہ کرواسکیں تو مَیں اُٹھ کر دوسری طرف چلا گیا۔ کچھ دیر بعد اُس شخص کو (غالباً جبراً) رخصت کرکے قاضی

صاحب میرے پاس تشریف لائے اور بہت معذرت کرنے لگے۔ تب مَیں نے اُن سے کہا کہ گزشتہ تین ماہ کے دوران میرے مشاہدہ کا خلاصہ یہی ہے کہ آپ کے اکثر ساتھی محض ذاتی تعصب اور شدید بُغض کے نتیجہ میں ہمارے خلفائے کرام کے بارہ میں بدزبانی کرتے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ جس کسی کے خلاف جس خلیفہ کے زمانے میں کوئی تعزیری کارروائی کرتے ہوئے اخراج کی سزا ہوئی تو وہ اُسی خلیفہ سے ذاتی دشمنی میں بڑھنے لگا اور بدزبانی کرنے لگا۔

مَیں نے کہا کہ ان لوگوں کی بدزبانی کا معاملہ تو مَیں اللہ تعالیٰ پر ہی چھوڑتا ہوں۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ اب تک میں آپ کے پاس صرف اس لئے آتا رہا ہوں کہ ہماری بحث علمی بنیادوں پر تھی۔ لیکن آج حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بارے میں جو الفاظ آپ کے چند دوستوں نے آپ کے سامنے کہے ہیں، مَیں آئندہ آپ کے پاس بھی نہیں آؤں گا۔ لیکن آخری بار آپ سے صرف یہ پوچھتا ہوں کہ کیا یہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تعلیم ہے جس کی طرف آپ مجھے اور دوسرے احمدیوں کو بلاتے ہیں؟۔

میری بات سن کر وہ بہت شرمندہ ہوئے اور اگرچہ انہوں نے مجھے آئندہ آنے کے لئے تو نہیں کہا لیکن یہ ضرور کہنے لگے کہ ''میں نے تو کبھی ایک لفظ بھی آپ کے بزرگوں کے خلاف نہیں کہا اور یہ بھی کبھی نہیں کہا کہ آپ ہمارے ساتھ آجائیں اور آپ نے ہمیں جو باتیں بھی بتائی ہیں وہ سب درست ہیں''۔ مَیں نے اُن کے بیان پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں، اُس کا تو یہی مطلب ہوا کہ دل سے آپ بھی یہی جانتے ہیں کہ حقیقی احمدیت کا مرکز ربوہ میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ''یہ تو میں نہیں کہہ سکتا...... لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کا تعلق جس طرف اب ہے، آئندہ بھی اُسی طرف رہے''۔ مَیں ابھی اُن کے فقروں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ انہوں نے کہا کہ ''اصل میں تو احمدیت اور حضرت مسیح موعودؑ کا نام ہی ہے جو ہم دونوں لیتے ہیں''۔

مَیں نے عرض کیا کہ آپ کا شمار لاہوری جماعت کے بزرگ علماء میں ہوتا ہے اور آپ یہاں پر امامت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں، یہاں کے سب لوگ آپ سے نہایت محبت اور عزت سے ملتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف آپ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مَیں دراصل آپ کی نسبت احمدیت کی حقیقی تعلیم کے زیادہ قریب ہوں، تو پھر آپ بھی کیوں ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوجاتے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ میری بہت سی مجبوریاں ہیں جو میں ہی جانتا ہوں۔ تیس سال سے یہاں ہوں۔ (پھر انہوں نے اپنے بچوں کے حوالے سے اور اپنی بعض ذاتی مجبوریوں کا ذکر بھی کیا)۔

تب مَیں نے پوچھا کہ مجھے صرف اتنا بتادیں کہ ایسی کیا وجہ ہے کہ آپ مجھے یہ نصیحت کر رہے ہیں کہ مَیں جہاں ہوں، وہیں رہوں۔ اس پر قاضی صاحب نے بڑے تأسف اور کرب کے ساتھ (جس کا شدید اظہار ان کے چہرے سے عیاں تھا) یہ جواب دیا کہ: ''آپ کے پاس خلافت ہے اور ہم اس سے محروم ہیں''۔

قاضی صاحب کی یہ بات سن کر خوشی سے میرے جذبات قابو میں نہ رہے۔ کیونکہ دراصل یہی تو وہ نتیجہ تھا جس تک پہنچنے کے لئے گھنٹوں ہماری بحث ہوا کرتی تھی۔ پھر مَیں نے ان سے کہا آپ یقیناً درست فرمارہے ہیں لیکن اب براہ کرم یہ بھی بتادیں کہ آپ خلافت کو کیوں مقدّم سمجھتے ہیں۔ اور ایسا کیا ہے جو خلافت نے ہمیں دیا ہے اور آپ اُس سے محروم ہیں۔ انہوں نے فوراً جواب دیا کہ: ''خلافت نے آپ کو جو جرأت دی ہے وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اور باوجود ضیاء الحق کے آرڈیننس کے بھی آپ لوگوں نے اپنی تبلیغ اور دوسری سرگرمیوں میں کمی نہیں کی بلکہ آپ کے خلیفہ صاحب نے ہر مشکل وقت میں ایسا فیصلہ کیا ہے جس نے آپ کی جماعت کے بچے بچے کو ہر قسم کی مشکل کا جرأت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہمت دی ہے....''۔ پھر مَیں کچھ دیر اُن سے مزید باتیں کرتا رہا اور مجھے یہ معلوم کرکے نہایت درجہ مسرّت ہورہی تھی کہ ایک شریف النّفس غیر مبائع کے نزدیک خلافت کا کیا مقام ہے اور خلیفۂ وقت کا وجود کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

کچھ دیر بعد قاضی صاحب نے میرے پوچھنے پر اپنا ایک واقعہ بھی بیان کیا۔ وہ کہنے لگے کہ اُنہیں 1974ء میں احمدیوں کے خلاف ملک بھر میں ہونے والے فسادات کے دنوں میں راولپنڈی کی احمدیہ مسجد نُور کے قریب ہی کسی جگہ (اندرونِ محلّہ) جانا تھا۔ لیکن وہ تنگ گلیوں میں سے گزرتے ہوئے، احمدیہ مسجد کے قریب پہنچ کر، کوشش کے باوجود بھی مسجد کو تلاش نہ کرسکے۔ کسی دوسرے شخص سے اس لئے ''احمدیہ مسجد'' کا نہیں پوچھا کہ کہیں وہ احمدیت کا ایسا دشمن نہ نکل آئے کہ اِن کے لئے مصیبت کھڑی کردے۔ لیکن جب تلاش کرتے ہوئے تھک گئے تو ایسے میں ان کی نظر ایک دس سالہ بچے پر پڑی۔ انہوں نے اُسے اکیلا دیکھ کر پوچھا کہ ''بیٹے! یہاں مرزائیوں کی مسجد کہاں ہے؟'' اس پر بچے نے پوچھا: ''کیا آپ احمدی ہیں؟'' وہ کہنے لگے کہ مَیں نے سوچا کہ ہوں تو احمدی ہی لیکن کہیں یہ بچہ شور کرکے مجھے پکڑوا نہ دے۔ اس لئے فوراً جھوٹ بول دیا اور کہا ''نہیں''۔ تب اُس بچے نے کہا: ''میں احمدی ہوں، آیئے میں آپ کو اپنی مسجد میں لے جاتا ہوں''۔ اور پھر وہ بچہ انہیں اپنے ساتھ لئے مسجد کی طرف چلنے لگا۔ ٹیڑھی میڑھی تنگ گلیوں میں کچھ چلنے کے بعد اُس نے دُور سے ہی احمدیہ مسجد کی نشاندہی شروع کردی۔ تب قاضی صاحب نے اُسے کہا کہ تم اب واپس جاؤ، آگے میں خود ہی چلا جاؤں گا۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد قاضی صاحب بڑے دُکھ سے کہنے لگے کہ: **''اُس بچے کی جرأت آج آپ کی ساری جماعت میں نظر آتی ہے اور ہم اس سے محروم ہیں۔ اسلئے میں دل سے آپ کو کہتا ہوں کہ ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہیں''**۔

پس میرے عزیزو! یہ خدا تعالیٰ کا نہایت احسان ہے کہ ہم مسیح محمدی کے اُس سلسلۂ خلافت سے تعلق رکھتے ہیں جو حَبْلُ اللّٰہ ہے۔ نہایت ادب سے یہ التجا ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر پہچانیں، اپنی نگاہوں کو احترام کے ساتھ اُس وجود کے سامنے جھکادیں اور خلیفۂ وقت کے ہر حکم پر لبّیک کہنا اپنی سعادت سمجھ لیں۔

یہ سب اُسی کا کرم ہے دیارِ یار میں ہیں
وگرنہ ہم سے خطاکار کس شمار میں ہیں
خوشی سے کیوں نہ کریں ناز اپنی قسمت پر
وہ خوش نصیب جو اس محفلِ قرار میں ہیں
ملے ہیں سارے ثمر جس کی برکتوں کے طفیل
اسی رِدائے خلافت کے ہم حصار میں ہیں
یہ جان و دل سبھی تجھ پر نثار ہیں آقا
ترے غلام ہیں ہم، تیرے اختیار میں ہیں

وَآخِرُ دعوانا ان الحمدُ للّٰہ ربّ العالمین

قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا انکار کفر کیوں؟

(قمر داؤد کھوکھر)

(قسط دوم۔آخر)

3۔ مقام مسیح موعودؑ

امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے وجود جنہیں رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ ابن مریمؑ کا نام عطا فرمایا تھا، ان کا مقام ومرتبہ احادیث میں بیان ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے آنے والے مسیح موعود کو حکم وعدل، الامام المہدی، خلیفۃ اللہ، نبی اللہ و رسول اللہ اور خلیفۃ الرسول کے القابات سے یاد فرمایا تھا۔ان روایات میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

حکم وعدل

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریمؑ لازماً ایک عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے۔(صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

حضرت ابو ہریرہؓ کی ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن مریمؑ لازماً ایک عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے۔(مسلم کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ امتِ مسلمہ میں ظہور کے بعد عدل وانصاف کے ساتھ امت کے مذہبی اختلافات کا آخری فیصلہ فرمائیں گے وہ صحیح فیصلہ کرنے والے اور عدل سے کام لینے والے ہوں گے۔

الامام المہدی

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تمہارے اندر نازل ہوں گے۔اور وہ تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔(صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم وصحیح مسلم کتاب الایمان)

خلیفۃ اللہ

حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اس مہدی کو دیکھو تو اس کی بیعت کرنا خواہ گھٹنوں کے بل برف پر چل کر جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں۔(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المہدی،)

نبی اللہ ورسول اللہ

احادیث مبارکہ میں امۃ مسلمہ میں ظاہر ہونے والے مسیح ابن مریم کے لئے نبی کریم ﷺ نے خاص طور پر ''عیسیٰ نبی اللہ'' کے الفاظ بھی ان کا مرتبہ ومقام ظاہر کرنے کے لئے استعمال فرمائے ہیں۔یہ بتانے کیلئے کہ اس امت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود اللہ کے نبی اور رسول ہوں گے۔ان روایات میں پہلی حدیث حضرت نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے یہ مبارک کلمات ملتے ہیں: ''يُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى''، ''يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى'' اور ''فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى''۔(صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال، مسند احمد بن حنبلؒ، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، المستدرک للحاکم)

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ موجود ہیں ''لَيْسَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهٗ نَبِيٌّ'' یعنی میرے اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔(سنن ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال، سنن ابن ماجہ)

تیسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے یہ کلمات موجود ہیں ''لَمْ يَكُنْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهٗ نَبِيٌّ''۔(مسند احمد، المستدرک للحاکم)

چوتھی حدیث حضرت عمرو بن عوف المزنیؓ سے مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَمُرُّبِهَا عِيْسٰى عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ''۔(الطبرانی)

خلیفۃ الرسول

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! بے شک میرے اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں۔سنو! وہ میرے بعد میری امت میں میرے خلیفہ ہوں گے۔(مجمع الزوائد؛ جلد8 صفحہ205، المعجم الصغیر از علامہ طبرانیؒ متوفی 360ہجری، جزاول صفحہ شائع کردہ دارالفکر بیروت، لبنان)

بعض دیگر روایات کے مطابق مسیح موعود وامام مہدی ایسے خلیفہ ہوں گے جو حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ سے بھی افضل ہوں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد15 صفحہ198، شائع کردہ ادرۃ القرآن دارالعلوم الاسلامیہ کراچی پاکستان)

رسول اللہ ﷺ کے کامل ظِلّ

اس تعلق میں ایک اَور پہلو کو سمجھنا بھی ضروری ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے مقام سے تعلق رکھتا ہے۔علماءِ امت اور اہل اللہ نے لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ اور امام مہدیؑ میں رسول اللہ ﷺ کے روحانی انوار منعکس ہوں گے اور وہ آپ ﷺ کی صفات کے مظہر اور کامل ظلّ ہوں گے۔چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ'' امت محمدیہ میں آنے والے مسیح کا حق یہ ہے کہ اس میں سیّدالمرسلین ﷺ کے انوار کا انعکاس ہو۔عوام کا خیال ہے کہ مسیحؑ جب زمین کی طرف نازل ہوگا تو وہ صرف ایک امتی ہوگا۔ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پوری تشریح ہوگا اور اس کا دوسرا نسخہ ہوگا۔پس اس میں اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔''(الخیرالکثیر از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، صفحہ72 مطبوعہ بجنور)

رسول اللہ ﷺ کا سلام مسیح ومہدی کے لئے

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو عیسیٰ ابن مریمؑ کو پائے وہ انہیں میرا سلام پہنچا دے۔(مستدرک للحاکم، کتاب الفتن باب ذکر نفخ الصور۔امام جلال الدین سیوطیؒ نے بھی اپنی تفسیر درمنثور میں یہ روایت درج فرمائی ہے۔)

4۔ مسیح موعودؑ کا انکار بھی کفر ہے

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا بطور مسیح موعود اور امام مہدی انکار کرنا اسلامی اصطلاح میں کفر ہی کہلاتا ہے کیونکہ آپؑ کا دعویٰ اُسی مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا تھا جس کی خبر خود مخبر صادق، رسول اللہ ﷺ نے دی تھی اور اس مسیح موعود کو اپنی امت کا ایک امام، نبی اللہ، خلیفۃ اللہ اور اپنا خلیفہ قرار دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسیح موعود اور مہدی معہود کی تصدیق کو مشروع قرار دیا تھا۔ لہٰذا اس مسیح موعود اور مہدی معہود کا انکار دراصل خود رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنا ہے۔

اس تعلق میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شیعہ وسنی روایات میں بالاتفاق مسیح موعود وامام مہدی کی تکذیب اور انکار کرنے والے کو کافر ٹھہرایا گیا ہے۔

(القول المختصر فی علامات المھدی المنتظر، از علامہ ابن حجر الہیثمیؒ صفحہ 56، شائع کردہ مکتبہ قرآن قاہرہ مصر، عقد الدرر فی اخبار المنتظر، از علامہ یوسف بن یحییٰ، صفحہ 157 شائع کردہ مکتبہ عالم الفکر قاہرہ)

5۔ خلیفہ کا انکار کفر ہے

جیسا کہ یہ ذکر آچکا ہے کہ امت محمدیہ میں ظاہر ہونے والے مسیح موعودؑ کا ایک مقام خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الرسول ﷺ کا بھی ہے۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ ومہدی معہود کے ذریعہ ہی رسول اللہ ﷺ کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے امت کے آخری دور میں خلافت راشدہ کے قیام کی پیشگوئی ان الفاظ میں فرمائی تھی ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ؛

(مشکوٰۃ المصابیح باب الانذار و التحذیر، حدیث 5143 ،مسند احمد، الطبرانی فی الاوسط، مسند البزار) کہ منہاج نبوت پر خلافت کا قیام ہوگا۔ پیشگوئی پر مشتمل اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ اس خلافت سے مراد حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی علیہما السلام کا زمانہ ہے۔" (مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد4 صفحہ 822)

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کے بعد خلافت راشدہ کا قیام عمل میں آچکا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے متبعین خلافت خامسہ سے وابستہ دینی و روحانی فوائد وبرکات سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

امر ہشتم: کیا حضرت مسیح موعودؑ نے کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر قرار دیا؟

بنیادی اور اصولی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی کلمہ گو مسلمان کو یا اہل قبلہ مسلمان کو کافر قرار نہیں دیا اور نہ ہی آپؑ نے اس سلسلہ میں پہل کی ہے۔ بلکہ آپؑ نے اپنے خلاف شائع ہونے والے کفر کے فتووں کے خلاف احادیث رسول ﷺ کے مطابق اُس وقت کے علماء کے اس فعل کے مطابق انہیں مناسب حال جواب دیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ پر کفر کے فتووں کا آغاز 1892ء میں ہوا اور ہندوستان کے علماء نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کی جماعت کے بارہ میں کفر کے فتوے شائع کروائے۔ ان حالات میں حضرت مسیح موعودؑ نے ہندوستان کے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا "اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ غیظ وغضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ ......خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔" (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد3 صفحہ 2)

جب حضرت مسیح موعودؑ کو علماءِ وقت کی طرف سے کافر کہا گیا تو آپؑ نے اپنی تصنیف میں تحریر فرمایا: "یہ کچھ ایسا جھگڑا نہیں جس کا عند اللہ بہت قدر ہو۔ مگر جزئیات کے اختلاف کی وجہ سے کسی کو جھٹ پٹ کافر کہہ دینا اور ہمیشہ کے جہنم کا سزاوار اس کو ٹھہرانا یہ امر درحقیقت عند اللہ کوئی سہل اور معمولی بات نہیں بلکہ بہت ہی بڑا ہے۔ اور جائے تعجب ہے کہ ایک شخص کلمہ گو ہو اور اہل قبلہ اور موحد اور اللہ اور رسول کو ماننے والا اور ان سے سچی محبت رکھنے والا اور قرآن پر ایمان لانے والا ہو اور پھر کسی جزئی اختلاف کی وجہ سے وہ ایسا کافر ٹھہر جائے کہ یہود ونصاریٰ کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر شمار ہو۔ اور میاں نذیر حسین اور شیخ بطالوی اس بات پر راضی ہوں کہ وہ نہ صرف کافر بلکہ اس کا نام اکفر رکھا جائے یعنی ہمیشہ کی جہنم سے بھی اس کی سزا کچھ زیادہ ہو۔" (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد5 صفحہ 258-259)

حضورؑ مزید تحریر فرماتے ہیں: "یہ زمانہ ایسا زمانہ آیا کہ مولویوں نے اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہہ دینا اور ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دے دینا ایک ایسی سہل بات سمجھ لی کہ جیسے کوئی پانی کا گھونٹ پی لے۔ اس پرانی عادت کی وجہ سے اس عاجز کو بھی انہوں نے کافر ٹھہرایا۔" (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد5 صفحہ 259-260)

اپنے منکرین سے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا مؤقف

حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف "تریاق القلوب" 1900ء کی تصنیف ہے جو 1902ء میں شائع ہوئی۔ اس میں حضورؑ نے اپنے منکرین سے متعلق اپنا مؤقف نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا: "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہوسکتا۔ ہاں ضال اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہوگا۔ اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا، ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادہ صدق وصواب سے دُور سمجھتا ہوں جو اُن سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ میں بلاشبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے۔ لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالیوے۔" (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد15 صفحہ 432-433)

حضورؑ مزید تحریر فرماتے ہیں "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ ہاں بدقسمت منکر جو ان مقربان الٰہی کا انکار کرتا ہے وہ اپنے انکار کی شامت سے دن بدن سخت دل ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ نور ایمان اس کے اندر سے مفقود ہو جاتا ہے۔ اور یہی احادیث نبویہ سے مستنبط ہوتا ہے۔ کہ انکار اولیاء اور ان سے دشمنی رکھنا اول انسان کو غفلت اور دنیا پرستی میں ڈالتا ہے اور پھر اعمال حسنہ اور افعال صدق اور اخلاص کی ان سے توفیق چھین لیتا ہے۔ اور پھر آخر سلب ایمان کا موجب ہوکر دینداری کی اصل حقیقت اور مغز سے ان کو بے نصیب اور بے بہرہ کر دیتا ہے۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد15 صفحہ 432۔ حاشیہ)

حضورؑ مزید فرماتے ہیں: "واقعی میرا یہی مذہب ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر

نہیں جانتا۔ ہاں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو شخص مسلمان ہو کر ایک سچے ولی اللہ کے دشمن بن جاتے ہیں ان سے نیک عملوں کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور دن بدن ان کے دل کا نور کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن چراغ سحری کی طرح گل ہو جاتا ہے۔'' (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 433-434)

علاوہ ازیں ایک اور مقام پر حضورؑ نے فرمایا: ''قدیم سے بزرگانِ دین کا یہی مذہب ہے کہ جو شخص حق کی مخالفت کرتا ہے رفتہ رفتہ اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ جو پیغمبر خدا ﷺ کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ مگر جو مہدی اور مسیح کو نہ مانے اس کا بھی سلبِ ایمان ہو جائے گا۔ انجام ایک ہی ہے، پہلے تخالف ہوتا ہے پھر اجنبیت پھر عداوت پھر غلو اور آخر کار سلب ایمان ہو جاتا ہے۔ یہ معمولی اور چھوٹی سی بات نہیں بلکہ یہ ایمان کا معاملہ ہے۔ جنت اور دوزخ کا سوال ہے۔ میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے، معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے۔ جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ؛ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ؛ کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا۔ جبکہ وہ اس پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدی سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا۔ اور اِس وقت کوئی خلیفہ اس امت میں نہیں۔ اور نہ صرف یہاں تک ہے بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت ﷺ کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ معاذ اللہ! کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودہویں صدی کے سر پر اس امت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا۔ اُسی طرح جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اِسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ؛ میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے۔ اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی۔ بلکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اَلْحَمْدُ سے لے کر وَالنَّاس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو میری تکذیب کوئی آسان امر ہے۔ یہ میں از خود نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا، وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی۔ اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے اَنْتَ مِنِّی وَاَنَا مِنْکَ؛ بے شک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ اس طرح پر کہ آپؐ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا۔ اور پھر آپؐ نے جو اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ فرمایا تھا، وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے۔ اور آپؐ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلط نکلی۔ کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا عملی طور پر، کیا وہ آنحضرت ﷺ کا مکذّب ٹھہرے گا یا نہیں؟ پس پھر میں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں۔ مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہوگا۔ مجھے بیدین اور گمراہ کہنے میں دیر ہوگی مگر پہلے اپنی گمراہی اور روسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔ مجھے قرآن و حدیث کو چھوڑنے والا کہنے سے پہلے خود قرآن و حدیث کو چھوڑ دینا پڑے گا۔ اور پھر بھی وہی چھوڑے گا۔ میں قرآن اور حدیث کا مصدق و مصداق ہوں۔ گمراہ نہیں بلکہ مہدی ہوں۔ میں کافر نہیں بلکہ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ کا مصداق ہوں۔ اور یہ جو کچھ میں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ یہ سچ ہے۔ جس کو خدا پر یقین ہے، جو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کو حق مانتا ہے اس کے لئے یہی حجت کافی ہے کہ میرے منہ سے سن کر خاموش ہو جائے۔ لیکن جو دلیر اور بے باک ہے اس کا کیا علاج؟ خدا خود اس کو سمجھا جائے گا۔

(الحکم 17 مارچ 1906ء صفحہ 8 بحوالہ فتاویٰ حضرت مسیح موعودؑ صفحات 20 تا 23، شائع شدہ 10 ستمبر 1935ء)

پہلے کافر کس نے قرار دیا؟

جیسا کہ یہ ذکر آچکا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس معاملہ میں پہل نہیں کی۔ اس تعلق میں حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں ''اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا، میرے لئے فتویٰ طیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی فتویٰ طیار نہیں کیا۔ اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ ﷺ کا فتویٰ ان پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں ان کو کافر نہیں کہتا بلکہ وہ مجھ کو کافر کہہ کر خود فتویٰ نبویؐ کے نیچے آتے ہیں۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 433)

حضورؑ ''آئینہ کمالات اسلام'' میں فرماتے ہیں: ''جو مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اس کو اہل قبلہ اور کلمہ گو اور عقائد اسلام کا معتقد پا کر پھر بھی کافر کہنے سے باز نہیں آتا وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 256)

حضرت مسیح موعودؑ اپنی 1907ء کی تصنیف ''حقیقۃ الوحی'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''پہلے ان لوگوں نے میرے پر کفر کا فتویٰ تیار کیا اور قریباً دو سو مولوی نے اس پر مہریں لگائیں اور ہمیں کافر ٹھہرایا گیا۔ اور ان فتووں میں یہاں تک تشدد کیا گیا کہ بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ کفر میں یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔''

''پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں ...... کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشیں یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں۔ ورنہ وہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو خود ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگائیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرا دیا ہے''۔ ...... ''اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعہ سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب

انہیں کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 122 تا124)

کفر کن معنوں میں؟ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے وضاحت

اگر حضورؑ نے کسی جگہ آپ کا انکار کرنے والے کو کافر لکھا بھی ہے تو کن معنوں میں لکھا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے۔ پھر جب کہ قریباً دو سو مولوی نے مجھے کافر ٹھہرایا اور میرے پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔ اور انہی کے فتویٰ سے یہ بات ثابت ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔ تو اب اس بات کا سہل علاج یہ ہے کہ اگر دوسرے لوگوں میں تخمِ دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں ہیں تو ان کو چاہئے کہ ان مولویوں کے بارہ میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 168-169)

مزید فرماتے ہیں: ''جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِباً اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ؛ یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں ایک خدا پر افترا کرنے والا دوسرا خدا کی کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلا شبہ وہ کفر اس پر پڑے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسولؐ کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسولؐ کی پیشگوئی موجود ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 167)

مزید تحریر فرمایا: ''بلا شبہ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کرتا ہے کافر ہے سو جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ٹھہراتا ہے اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 167 حاشیہ)

مزید فرماتے ہیں: ''میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجۂ کفر کی پیدا ہو گئی ہے ان کو کیوں کر مومن کہہ سکتا ہوں۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 169 حاشیہ)

حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر کا مفہوم یہی ہے کہ جب تک ان لوگوں نے اپنے لئے کفر کی وجہ پیدا نہیں کی تھی یہ کافر نہ تھے اور جب آپؑ کو کافر قرار دے کر اپنے لئے کفر کی وجہ پیدا کر لی تو حسب حدیث رسول ﷺ خود ہی کافر ہو گئے۔

فتویٰ حضرت مسیح موعودؑ

1۔ **ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کیا کہ آپ کو نہ ماننے والے کافر ہیں یا نہیں؟** اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ''مولویوں سے جا کر پوچھو کہ ان کے نزدیک جو مسیح اور مہدی آنے والا ہے، اس کو جو نہ مانے گا اس کا کیا حال ہے؟ پس میں وہی مسیح اور مہدی ہوں جو آنے والا تھا۔'' (اخبار بدر قادیان، 24 مئی 1908ء صفحہ 4 بحوالہ فتاویٰ حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 118 فتویٰ 167 مطبوعہ 10 ستمبر 1935ء)

2۔ **ایک طالبعلم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا: آپ کے مخالف کو کافر کیوں کہا جائے گا؟** حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ''کفر کے معنی ہیں انکار کرنا۔ جب یہ لوگ مامور من اللہ کو نہیں مانتے اور گالیاں دیتے ہیں تو بات یہاں تک نہیں رہتی بلکہ ایک فتح الباب ہوتا ہے اور زبان کھل جاتی ہے اور رفتہ رفتہ توفیق اعمال کی جاتی رہتی ہے۔'' (ملفوظات، جلد8 صفحہ 197)

3۔ سوال: **جو آدمی سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟** حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ''اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا تھا اور برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو، ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ متوفی اگر بالجہر مکذّب اور مکفّر نہ ہو تو اُس کا جنازہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا ہی کی ذات ہے۔''

(اخبار الحکم 30 اپریل 1902ء، اخبار البدر 14 نومبر 1902ء بحوالہ فقہ احمدیہ، صفحہ 249)

نیز فرمایا ''جو شخص صریح گالیاں دینے والا کافر کہنے والا اور سخت مکذّب ہے اس کا جنازہ تو کسی طرح درست نہیں۔ مگر جس شخص کا حال مشتبہ ہے اس کے لئے کچھ ظاہراً حرج نہیں ہے کیونکہ جنازہ صرف دعا ہے اور انقطاع بہر حال بہتر ہے۔''

(مکتوب حضرت مسیح موعودؑ 23 فروری 1902ء بحوالہ فقہ احمدیہ، صفحہ 248)

مذکورہ بالا دونوں حوالوں سے یہ واضح ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ غیر احمدی کلمہ گو مسلمان کو مسلمان ہی سمجھتے تھے اور کافر قرار نہیں دیتے تھے ورنہ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہ دیتے۔ پس حضورؑ کا اجازت دے دینا ہی اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی کلمہ گو کو کافر قرار نہیں دیتے تھے۔

امر نہم: کیا حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کرنے والا کلمہ گو مسلمان دائرہ اسلام سے خارج متصور ہوگا؟

اس تعلق میں اصولی امور کا تذکرہ امر سوم میں کفر کی اقسام میں کیا جا چکا ہے لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فیصلہ کُن تحریر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ''ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا نے عام طور پر میرے لئے آسمان سے نشان ظاہر کیے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے اور میرے دعویٰ پر وہ اطلاع پا چکا ہے وہ قابل مؤاخذہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کیلئے میں بھیجا گیا ہوں یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 184)

حضور علیہ السلام مزید تحریر فرماتے ہیں: ''بہر حال کسی کے کفر اور اس پر اتمام حجت کے بارہ میں فرد فرد کا حال دریافت کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ یہ اس کا کام ہے جو عالم الغیب ہے۔ ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے نزدیک جس پر اتمام حجت ہو چکا ہے اور اور خدا کے نزدیک جو منکر ٹھہر چکا ہے وہ مؤاخذہ کے لائق ہوگا۔ ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مؤاخذہ سے بری ہے۔ اور کافر منکر کو ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے۔

(اوّل) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارہ میں خدا اور رسولؐ نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسولؐ کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نص صریحہ قرآن و حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ اور اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اوّل قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مؤاخذہ کے لائق ہوگا۔ اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جس کی بنا ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (البقرہ:287) قابل مؤاخذہ نہیں ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 185-186)

اس مذکورہ بالا حوالہ میں بھی حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کے حضور قابل مؤاخذہ ہونے کے لئے اتمام حجت کو ہی شرط قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "اتمام حجت کا علم محض خدا تعالیٰ کو ہے۔" (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 185)

امر دہم: بحث کا خلاصہ

اس مندرجہ بالا بحث سے یہ نتائج سامنے آتے ہیں:

اول یہ کہ نظری اور علمی لحاظ سے دین کے کسی بھی معاملہ کو پیش کرنا اور بات ہے اور کسی پر کوئی حکم لگانا یا اس کے بارہ میں کوئی فتویٰ دینا بالکل اور بات ہے۔

دوم یہ کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا بطور مسیح موعود اور امام مہدی انکار کرنا یا ان کی تکذیب اسلامی اصطلاح میں کفر ہی کہلاتا ہے کیونکہ آپؑ کا دعویٰ اسی مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا تھا جس کی خبر خود مخبر صادق، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور اس کو اپنی امّت کا ایک امام، نبی اللہ، خلیفۃ اللہ اور اپنا خلیفہ قرار دیا تھا۔ لہٰذا اُس مسیح اور مہدی کا انکار دراصل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنا ہے۔

سوم یہ کہ جماعت احمدیہ کسی کلمہ گو کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا بطور مسیح موعود اور امام مہدی انکار کرنے کی بنا پر فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کافر قرار نہیں دیتی نہ ان پر اس انکار کی وجہ سے کوئی حکم لگاتی ہے اور نہ ہی ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیتی ہے۔

چہارم یہ کہ حسب آیت قرآنی لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ؛ (سورۃ البقرہ) دین منوانے کے بارہ میں تو جبر کی گنجائش کوئی نہیں ہے کیونکہ دین کی بھلائی اور گمراہی تو واضح ہو چکی ہے اور حقیقت کھل چکی ہے اس لئے اگر کوئی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود و مہدی معہود تسلیم کرتا ہے تو اس میں اسی کا فائدہ ہے۔ اور حسب آیت قرآنی فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ؛ پس جو چاہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے اس کا انکار کردے۔ (سورۃ الکہف:30)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر فرد واحد کو اختیار دیا گیا ہے کہ خواہ قبول کرے یا انکار کردے۔ پس جو شخص قبول کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اجر و ثواب کا مستحق ہے اور جو قبول نہ کرے گا وہ اپنے اس عمل کے نتیجہ کا خود ذمہ دار اور بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوگا۔ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ!

بقیہ از صفحہ 24:
انفاق فی سبیل اللہ

اس راہ پر چلنے والوں نے تو اپنی منزل پا لی۔ اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم بھی مالی قربانی کی ان راہوں پر پوری وفا کے ساتھ آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں اور قربانیوں کے جس علَم کو ہمارے آباؤ اجداد نے سرنگوں نہیں ہونے دیا ہم بھی اپنی جانیں فدا کردیں، اپنے اموال قربان کردیں، لیکن احمدیت کے نام پر ہرگز ہرگز کوئی آنچ یا دھبہ نہ آنے دیں!

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دنیا عارضی اور چند روزہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک نے ایک دن اس عارضی ٹھکانہ کو پیچھے چھوڑ کر آخرت کا سفر اختیار کرنا ہے۔ سوچنے اور فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے اس سفرِ آخرت کے لئے کیا زادِ راہ تیار کیا ہے؟ اگر کسی کے ذہن میں یہ ہو کہ میں اپنی جائیدادیں، محلّات، اپنی دولتیں اور اپنی جاگیریں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا تو اُس شخص سے زیادہ نادان اور جاہل کون ہوسکتا ہے۔ اس دنیا میں آنے والا ہر شخص خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ ہی جاتا ہے۔ دنیا کے یہ سب اموال، سب جائیدادیں حتیٰ کہ بیوی، بچے، رشتہ دار اور دوست، سب اسی دنیا میں رہ جاتے ہیں۔ مرنے والے کے ساتھ اگر کوئی چیز اُس دنیا میں جاتی ہے اور آخرت میں اُس کو کوئی فائدہ دے سکتی ہے تو وہ اُس کے نیک اعمال ہیں۔

ان نیک اعمال میں دیگر نیکیوں کے علاوہ مالی قربانیوں کا ایک بلند مقام ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو خوشدلی کے ساتھ راہِ خدا میں خرچ کرکے اللہ تعالیٰ کی رضا کی دولت حاصل کر لی جائے تو یہ قربانی ضرور وہ زادِ راہ ہے جو آخرت میں انسان کے ساتھ جاتا ہے اور یہی وہ سچی اور حقیقی دولت ہے جو میدانِ حشر میں بھی اس کی دستگیری کرے گی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ نے کیا خوب فرمایا ہے:

یہ زر و مال تو دنیا ہی میں رہ جائیں گے
حشر کے روز جو کام آئے وہ زر پیدا کر

پس ہم میں سے کوئی اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ دنیا کی دولت آخرت میں اس کے کام آئے گی۔ عقلمند اور کامیاب وہ شخص ہے جو اس فانی دولت کو راہِ خدا میں قربان کرکے اللہ تعالیٰ کی رضا کی ابدی اور لازوال دولت خرید لیتا ہے اور اس وسوسہ میں کبھی مبتلا نہیں ہوتا کہ مال خرچ کرنے سے دولت کم ہو جاتی ہے۔ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ حق یہ ہے کہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے سے دولت کم نہیں ہوتی بلکہ بے انداز بڑھتی چلی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

زبذلِ مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کبھی کوئی شخص غریب نہیں ہوتا۔ اگر انسان اس راہ میں جوانمردی اور ہمت دکھائے تو خدا خود اُس کا معین و مددگار ہو جاتا ہے۔

خدائے رحمان و رحیم کی جنتِ نعیم کے ہر طلبگار کا فرض ہے کہ وہ صادق الوعد خدا کے وعدوں پر کامل یقین رکھتے ہوئے مالی قربانیوں کے سب میدانوں میں اس شان سے آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے کہ اسی زندگی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ خوش خبری سن لے کہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ (سورۃ الفجر: 30-31) کہ آؤ میرے بندو! میری راہ میں اپنے آپ کو فدا کرنے والو! دوڑتے ہوئے آؤ اور میری رضا کی ابدی جنتوں میں داخل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس زمرۂ ابرار میں شامل فرمائے۔ آمین

حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانویؓ

(عبدالرحمٰن شاکر)

حضرت شہزادہ صاحب کو دیکھ کر ذہن میں یہی آتا تھا کہ یہ شخص اس دنیا کا باشندہ نہیں بلکہ کوئی فرشتہ انسانی شکل میں ہے۔ آپ کا چہرہ نہایت نُورانی، سفید رنگ، بلند پیشانی، آواز باریک اور دھیمی، نہایت خوبصورت داڑھی، لباس سادہ مگر اُجلا اور سر پر لُنگی باندھا کرتے تھے۔ ماسٹر ماموں خاں صاحب ڈرل ماسٹر کی اہلیہ چونکہ خود کابل کے شاہی خاندان سے تھیں لہٰذا شہزادہ صاحب اکثر اُن کے گھر آیا کرتے تھے خصوصاً کپڑے صاف کرانے کے لئے تو یہ دونوں آپس میں فارسی میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ چونکہ میرے والد مولوی نعمت اللہ صاحب گوہر بھی لدھیانہ کے علاقہ کے تھے۔ لہٰذا شہزادہ صاحب سے گہرے مراسم تھے اور طبائع میں خوب ربط تھا۔ دونوں پہروں گفتگو کیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت شہزادہ صاحب کی وفات کی خبرسن کر والد صاحب نے فارسی میں اُن کا مرثیہ کہا جو بڑا دردناک تھا۔ مجھے اس وقت صرف پہلا مصرع یاد آرہا ہے۔

یاد ایّامیکہ با اُو گفتگو ہا داشتم

دسمبر 1916ء میں مفتی محمد صادق صاحبؓ نے اپنا عظیم کتب خانہ (صادق لائبریری) صدرانجمن احمدیہ کو دے دیا تو شہزادہ صاحبؓ اُس کے پہلے لائبریرین مقرر ہوئے۔ بعد میں اس لائبریری میں حضرت خلیفہ اوّلؓ اور ریویو آف ریلیجنز کی کتب بھی شامل کر دی گئیں۔ آپؓ نے جون 1924ء تک لائبریری میں کام کیا۔

جب حضرت مصلح موعودؓ ویمبلے کانفرنس میں شمولیت کے لئے 1924ء میں لندن جانے لگے تو شہزادہ صاحب نے بھی درخواست پیش کر دی کہ انہیں اپنے خرچ پر ایران جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ مگر حضرت صاحب نے نامنظور کر دی۔ وجہ یہ تھی کہ حضور اتنی بزرگ ہستی کو اس بڑھاپے کے عالم میں وطن سے باہر بھجوانا نہیں چاہتے تھے۔ ادھر شہزادہ صاحب نے اپنی صحت کی طرف زیادہ توجہ دینی شروع کر دی۔ کچھ عرصہ بعد پھر اجازت طلب کی اور عرض کی کہ اب تو میری صحت بہت بہتر ہوگئی ہے۔ حضور مسکرا دیئے، گو منع کرتے رہے مگر شہزادہ صاحبؓ کے بیحد اصرار پر آخر اجازت دے دی۔ دراصل خُدا تعالیٰ کی مشیّت آپؓ کو ایران لے جارہی تھی۔

12/جولائی 1924ء کو شہزادہ صاحب مع مولوی ظہور حسین صاحب فاضل اور خان محمد امین خاں پشاوری علی الترتیب ایران، روس اور ترکستان کے لئے قادیان سے روانہ ہوئے۔ رخصت کے وقت عجیب نظارہ تھا۔ سب کی آنکھیں نم تھیں۔ یہ قافلہ 16/اکتوبر کو ایران کے شمال مشرقی شہر مشہد پہنچا۔ وہاں سے تینوں علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور شہزادہ صاحب 22/اکتوبر 1924ء کو تہران پہنچے۔

شہزادہ صاحب نہایت اخلاص سے اپنے خرچ پر ایران گئے تھے مگر یہاں پہنچ کر روپیہ جلد ختم ہوگیا۔ وطن سے امداد دینے والا بھی کوئی نہ تھا۔ مرکز سے کبھی درخواست نہ کی کہ مجھے اخراجات کی ضرورت ہے۔ غرض نہایت تنگدستی سے گزر اوقات کرتے رہے مگر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتے رہے۔ پیغامِ حق پہنچانے میں کمی نہ کی۔ آپؓ ایک معمولی چٹائی پر نہایت ہی مختصر بستر میں ایران کی برف بار فضا میں گزارہ کرتے رہے۔ بعض دفعہ حضور کی خدمت میں خط لکھنے کے لئے ڈاک کے ٹکٹ بھی نہ ہوتے تھے مگر اس حالت میں بھی کسی سے سوال نہ کیا۔ بعض اوقات پہننے کے کپڑے بھی فروخت کئے مگر جو عہد خُدا تعالیٰ سے کیا تھا اُسے پوری طرح نبھایا اور مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ کے مصداق بنے۔ اس قدر بے نفس خدمت کسی کسی کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

قادیان میں شہزادہ صاحب کی رہائش لائبریری کے دو کمروں میں ہی ہوتی تھی جو مدرسہ احمدیہ کی جانب شمال، چھوٹے دروازے کے ساتھ ہیں۔ کھانا آپ لنگر خانہ سے قیمتاً لیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی مَیں جا کر لا دیا کرتا تھا۔

مجھے کتابوں کے مطالعہ کا شوق آپ نے ہی لگایا تھا۔ خود کتاب نکال کر دیتے اور جب مَیں واپس دیتا تو دریافت فرماتے کیا پڑھا ہے؟ ایک دفعہ غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی کی کتاب ''تاریخ اسلام'' بھی دی تھی کہ اسے بغور پڑھو اور جہاں کچھ سمجھ نہ آئے مجھ سے دریافت کر لینا۔

آپ کی عادت تھی کہ عصر کے بعد ایک پیسے کے چنے بھنواتے تھے جو (1918ء میں) پاؤ بھر کے قریب آجاتے تھے۔ مَیں لاتا تو اُن کو میز پر ڈال لیتے۔ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی شریک کرتے۔ مجھے مٹھی بھر علیحدہ دیتے۔ ایک دن آپ باتوں میں مصروف تھے۔ مجھے میرا حصہ نہ ملا۔ مَیں بھی کھڑا رہا۔ مجھے دیکھ کر خیال آیا تو مُسکراتے ہوئے فرمایا: ''اوہو میاں عبدالرحمٰن! مجھے تمہارا خیال ہی نہیں آیا''۔ اُس دن معمول سے کچھ زیادہ ہی چنے ملے۔

آپ نے تقریباً ساڑھے تین سال تک تہران میں تبلیغ کی مگر اجنبی سرزمین، وسائل کی شدید کمی، بڑھاپے کی عمر، آمد ناپید۔ آخر 22/فروری 1928ء (مطابق یکم رمضان 1346 ہجری) چند دن بخار میں مبتلا رہ کر انتقال فرمایا۔ آخری وقت میں ایک احمدی محمد خانصاحب گجراتی (جو تہران میں مقیم تھے) تیمارداری کرتے رہے۔ تہران کے جنوبی جانب ایک قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ (1953ء میں اُس قبرستان کو ہموار کر کے وہاں ایک محلّہ آباد کر دیا گیا۔)

آپؓ کے بعد میر مہدی حسین صاحب اور بابو فقیر علی صاحب اپنے اپنے اخراجات پر ایران تبلیغ کے لئے گئے مگر زیادہ دیر نہ رہ سکے۔ بعد میں شیخ عبدالواحد صاحب اور مولوی عبدالخالق صاحب اور مولوی صدرالدین صاحب تحریک جدید کی طرف سے وہاں گئے اور خوب کام کیا۔

شہزادہ صاحب کا ایک فارسی قصیدہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ''ایام الصلح'' میں درج فرمایا ہے۔ تاریخ احمدیت جلد پنجم میں مسجد اقصیٰ میں جو ایک اجتماعی فوٹو ہے اُس میں سفید لباس میں شہزادہ صاحب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے ساتھ کھڑے ہیں۔

مسیحِ محمدی کا آخری سفر

(یہ مضمون حضرت چودھری نعمت اللہ گوہر رضی اللہ عنہ کا رقم کردہ ہے۔ آپؓ پہلے شخص تھے جو حضرت مسیح موعودؑ کی شدید ترین بیماری کی لاہور سے خبر سن کر قادیان پہنچے تھے۔ اور آپؓ کے قادیان آنے کے ساتھ ہی حضور علیہ السلام کی وفات کے متعلق تار بھی پہنچ گیا تھا۔)

ہاں اُٹھا اے ساحرِ ایّام یہ جادُو ذرا
عہدِ بگذشتہ پہ پانے دے مجھے قابو ذرا
خُون رُلواتی ہے دل کو صحبتِ مرزا کی یاد
آج مجنوں کو ہے تڑپاتی رُخِ لیلےٰ کی یاد
باتوں ہی باتوں میں قرنِ زندگی اک کٹ گیا
سایہ اپنا بڑھ گیا اور نورِ فطرت گھٹ گیا

وہ لوگ جنہوں نے دِلّی کا غدر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ لڑکپن میں ہمیں غدّر کے واقعات سناتے تو ہم غدر کے زمانے کو بہت دُور دراز کا زمانہ خیال کرتے تھے۔ حالانکہ سنانے والے کے نزدیک وہ کل کی سی بات ہوتی تھی۔ اب ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتے ہیں کہ فی الواقعہ سال وماہ کا گذرنا ایک وہم ہے۔ زمانہ نہیں بدلتا بلکہ ہم خود بدلتے ہیں۔ اور ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا آخری زمانہ اور آپ کی وفات کے واقعات میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں۔ آج حضور کی وفات پر اکتیس سال اور تحریر وصیت پر ساڑھے تینتیس سال گزر چکے ہیں لیکن مجھے قطعاً یقین نہیں آتا کہ فی الواقعہ اتنی مدت گذر چکی ہے میرے نزدیک وہ بالکل کل کی سی بات ہے۔

اپریل 1908ء کا آخری عشرہ تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان سے لاہور جانے کا عزم فرمایا۔ اس سفر کے لئے یہ تقریب پیش آئی کہ حضرت اُمّ المومنینؓ کی طبیعت ناساز تھی۔ اور وہ بار بار لاہور جانے اور وہاں جا کر تبدیلی آب وہوا کے ذریعہ صحت یاب ہونے پر زور دیتی تھیں۔ حضرت اقدسؑ کو چونکہ اس سے پہلے اپنی وفات کے متعلق اطلاعیں مل چکی تھیں اس لئے حضورؑ قدرتاً سفر سے باز رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ مَیں اُن دنوں قادیان میں ہی تھا کیونکہ 1907ء میں بمعہ اپنے خویش واَقارب کے ہجرت کر کے قادیان میں آرہا تھا۔ ایک دن سرِشام ہی اطلاع ملی کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے لاہور جانے کا عزم فرمایا ہے۔ اس لئے ایک دو چھکڑے اور ایک آدھ بیلی اور شاید ایک دو یکّے بھی شام ہی کو بٹالہ جانے کے لئے تیار کھڑے پائے گئے۔ حضورؑ نے فجر کے وقت روانہ ہونا تھا۔ مَیں اور دوسرے کئی احمدی تھوڑی رات رہے، جبکہ لوگ تہجد کی نماز میں مشغول تھے، لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر احمدی بازار میں آئے تا کہ حضرت اقدس کی روانگی کے وقت کوئی خدمت بجا لائیں۔ جب ہم مسجد مبارک کے قریب آئے تو کسی نے بتایا کہ حضرت اقدس نے اپنا سفر ملتوی کر دیا ہے کیونکہ آپؑ کو یہ الہام آج شب کو ہوا ہے:

مباش ایمن از بازئ رُوزگار

ترجمہ: زمانے کے کھیل سے بے خوف نہ رہ۔

چنانچہ آپ خائف ہوئے اور اس روز سفر کو ملتوی کر دیا۔

ایک دو روز کے بعد حضرت اُمّ المومنینؓ نے پھر لاہور جانے پر زور دیا تو آپ خدا کا نام لے کر چل ہی پڑے۔ اپنے ہاتھ سے مکان کو تالا لگایا اور تمام اہل بیت کے ہمراہ عازم سفر ہوئے اور بٹالہ پہنچ گئے۔ بٹالہ جا کر آپؑ نے فرمایا کہ چند روز بٹالہ ہی میں قیام کرتے ہیں۔ لاہور جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ حضرت اُمّ المومنینؓ کی خاطر منظور تھی لہٰذا لاہور کو روانہ ہو گئے۔ اور اُسی روز وہاں بخیر وعافیت پہنچ گئے۔

مَیں نے اس سال ٹریننگ کالج لاہور میں داخل ہونا تھا۔ چنانچہ ماہ مئی کے نصف کے قریب میں وہاں پہنچ گیا اس طرح مجھے غالباً دو ہفتے تک لاہور میں رہنے اور حضرت اقدسؑ کے آخری حالات اور واردات کو بچشم خود دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور میں احمدیہ بلڈنگز میں خواجہ کمال الدینؓ صاحب مرحوم کے مکان پر فروکش ہوا تھا۔ حضرت اقدسؑ کی تشریف آوری لاہور کی تقریب سے سینکڑوں احمدی اَحباب دُور ونزدیک سے آکر دِن رات احمدیہ بلڈنگز میں ڈیرے ڈالے پڑے رہتے تھے۔ رات کو احمدیہ بلڈنگز کے وسیع میدان میں گھاس پر چٹائیاں بچھا کر سو رہتے تھے۔ حضورؑ حسب معمول دن کے وقت نمازوں میں باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ خدّام اور زائرین کا ان اوقات میں جمگھٹا ہوتا تھا۔ سائل اپنے سوالوں کا جواب تسلی بخش پاتے تھے اور دیدار کے بھوکے حضورؑ کے روشن چہرہ ہی کو دیکھ کر سیراب ہو جاتے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ان دنوں اخبار بدر کے ایڈیٹر تھے۔ ان کو حضرت اقدسؑ نے لاہور میں بلوا کر حکم دیا تھا کہ حضور کے قیام لاہور تک اخبار 'بدر' لاہور ہی سے شائع ہوا کرے۔ چنانچہ حضورؑ کی ڈائری اور تازہ الہامات لاہور ہی سے بذریعہ اخبار خریداروں کی خدمت میں ارسال ہوا کیے۔

غالباً 19 یا 20 مئی کو حضورؑ پرانے مرض اسہال سے بیمار ہوئے اور دو تین دن صاحب فراش رہے۔ 22 مئی کو جمعہ کا روز تھا۔ حضورؑ کو افاقہ ہو گیا اور حضورؑ جمعہ کی نماز میں شریک ہوئے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے خطبہ دیا۔

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر حضورؑ اپنی قیامگاہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ مَیں نے اور صوفی غلام محمد صاحبؓ بی۔اے نے لپک کر گلی کے اندر حضورؑ سے مصافحہ کیا۔ مَیں نے حضورؑ کے چہرہ کو دیکھا تو گلاب کے پھول کی طرح کِھلا ہوا پایا۔ بیماری کی کوئی علامت نہ تھی۔

اس سے اگلے دن حضورؑ نے شہر کے بعض ہندو شرفاء کی درخواست پر ایک لیکچر لکھنا شروع کیا۔ جس کا عنوان ''پیغام صلح'' تجویز ہوا تھا۔ ایک کاتب نے ساتھ

کے ساتھ کتابت بھی شروع کررکھی تھی۔ اس لیکچر کا موضوع ''ہندو مسلم اتحاد'' تھا اور آپ کی وفات کے بعد چھپ گیا تھا۔ اس میں ''ہندو مسلم اتحاد'' کا جو بنیادی اصل قائم کیا گیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

باوجود اس وقتی صحت یابی کے حضورؑ ہر وقت سفرِ آخرت کے لئے تیار نظر آتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ حضور کو پچھلے دوسالوں میں پے در پے خبریں اپنی وفات کی ملتی رہی تھیں۔ اور اب دورانِ قیامِ لاہور میں ذیل کے تازہ الہامات ہوئے تھے:

(1) مکن تکیہ بر عمر ناپائدار (ناپائیدار عمر پر بھروسہ مت کر)

(2) مت ڈرو مومنو

(3) خوشیاں منائیں گے۔

یہ الہام میرے سامنے اخبار بدر میں چھپ کر شائع ہوئے۔ اس سے قریباً ایک ماہ پیشتر جبکہ آپؑ لاہور جانے کی تیاری کررہے تھے۔ اس وقت بھی آپ کو اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ کا الہام ہوا تھا۔ لیکن اکثروں نے اس وقت یہ خیال کیا کہ حضورؑ کوئی سفر کریں گے۔ سفرِ آخرت کا خیال شاید ہی کسی کو آیا ہو۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ نمازِ عصر کے بعد حسبِ معمول آپ مصلّے پر بیٹھے تھے۔ احباب کا ایک گروہ جھرمٹ ڈالے اِرد گرد بیٹھا ہوا تھا۔ خواجہ کمال الدینؓ صاحب بھی موجود تھے۔ ''پیغام صلح'' کا مضمون کاتب لکھ رہا تھا اور خواجہ صاحب اپنی نگرانی میں اسے لکھوا رہے تھے۔ حضورؑ نے پوچھا کہ خواجہ صاحب! مضمون کا کیا حال ہے؟ خواجہ صاحب نے کہا کہ حضورؑ کاتب لکھ رہا ہے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب جلدی کیجئے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری صحت کا کیا حال ہے؟

یہ مضمون ایک جلسہ عام میں پڑھا جانا تھا۔

25 مئی کو آپؑ اپنا مضمون ختم کرچکے تھے۔ شام کے وقتِ غروبِ آفتاب کے بعد حسبِ معمول ہوا خوری کو جانے لگے تو فرمایا کہ ''آج ہم اپنا کام ختم کرچکے ہیں''۔ فی الواقعہ آپؑ کا آخری کام ہی ثابت ہوا۔ یہ کہہ کر مستوراتِ اہلِ بیت کی معیت میں بند گاڑی میں بیٹھ کر ہوا خوری کو حسبِ معمول تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس آکر کھانے پر بیٹھے۔ حضرت خلیفہ ثانی مرزا محمود احمد سلمہ اللہؓ کی روایت ہے کہ حضورؑ نے چند لقمے کھائے تھے کہ جائے ضرور میں جانے کی حاجت محسوس ہوئی۔ آپؑ فوراً کھانے سے ہاتھ اُٹھا کر جائے ضرور میں چلے گئے۔ وہاں سے لوٹ کر بستر پر دراز ہوگئے۔ تھوڑے وقفے کے بعد پھر حاجت ہوئی اور اسہال آنے لگے۔ گویا وہی مرض جس میں حضورؑ ہفتہ گزشتہ میں مبتلا ہوئے تھے۔ تین دن کے فاقہ کے بعد عود کر آیا۔

جماعت کے لوگوں میں کھلبلی مچ گئی۔ سب مضطرب الحال تھے۔ مگر اس بات کا غالباً کسی کو بھی یقین نہ تھا کہ حضورؑ اگلی صبح کو داغِ مفارقت دے جائیں گے۔ آدھی رات کے وقت اکثر جماعت کے لوگ اُٹھ کر نمازِ تہجد میں مصروف ہوگئے۔ مَیں نے بھی نمازِ تہجد پڑھی اور دو نفل خاص حضورؑ کی صحت کی دعا کے لئے پڑھے۔ اس وقت میر محمد اسحٰقؓ صاحب اتفاقاً باہر آئے تو مَیں نے ان سے حضورؑ کی طبیعت کا حال پوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ حضورؑ کو دست آتے رہے ہیں۔ مَیں نے پوچھا: کیا کوئی قے بھی آئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں قے بھی آئی ہے۔

سحری کے وقت یعنی نمازِ فجر کی اذان سے ذرا پہلے سید محمد احسن صاحب امروہیؓ باہر تشریف لائے۔ مَیں نے اُن سے حضورؑ کا حال پوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ تکلیف بہت ہے اور حضورؑ نے کچھ وصیت بھی کی ہے۔ یہ ان کا خیال صحیح نہ تھا۔ وصیت تو حضورؑ ڈھائی سال پہلے ہی کرچکے تھے۔ بات یہ تھی کہ حضورؑ سے بوجہ انتہائی ضعف بولا نہیں جاتا تھا۔ اس لئے حضورؑ نے کاغذ پر لکھ کر بتایا۔ جو الفاظ حضورؑ نے کاغذ پر لکھے وہ یہ تھے:

''تکلیف یہ ہے کہ بولا نہیں جاتا۔ دوا دی جائے۔''

یہ الفاظ سوائے ایک شخص یعنی میر مہدی حسین صاحبؓ کے اَور کسی سے پڑھے نہیں جاتے تھے۔ میر صاحب نے پڑھ کر بتایا کہ یہ فقرہ لکھا ہے۔

بہت سے خدّام خدمت میں حاضر تھے۔ ہر دو ڈاکٹر صاحبان یعنی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگؓ مرحوم اور ڈاکٹر سید محمد حسینؓ شاہ مرحوم۔ سید محمد احسنؓ صاحب۔ خواجہ صاحبؓ و حضرت خلیفہ اوّل و حضرت خلیفہ ثانیؓ وغیرہ ہم تمام شب خدمت میں حاضر رہے۔ کوئی سائیکل پر دوڑا جارہا ہے۔ کوئی بھاگم بھاگ نہر سے احمدیہ بلڈنگ کو آرہا ہے۔ اتنے میں فجر ہوگئی ہے اور جب حضورؑ نے پلنگ پوش پر ہاتھ مار کر تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے نماز پڑھی۔ اس کے بعد تکلیف بڑھتی چلی گئی۔

مجھے اُسی روز ہیڈ ماسٹر صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول نے قادیان بلایا تھا۔ اس لئے مجبوراً نو بجے دن کے قریب میں احمدیہ بلڈنگز سے روانہ ہوکر ریلوے سٹیشن پر پہنچ گیا۔ دس بجے گاڑی میں سوار ہوگیا۔ اُدھر ٹھیک دس بجے حضورؑ کی رُوحِ قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضورؑ کی وفات کے بعد فوراً جماعتوں کے سیکرٹریوں یا پریزیڈنٹوں (صدور) کے نام، گورنمنٹ آف پنجاب اور انڈیا کے نام، مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے نام، قادیان میں مولوی محمد علیؓ صاحب ایم۔ اے کے نام تاریں ارسال کی گئیں۔ قادیان میں تار خبر شام پانچ بجے کے قریب پہنچی۔ مَیں بھی لاہور سے چار بجے کے قریب قادیان پہنچ گیا تھا۔ ان دنوں بٹالہ سے قادیان تک بذریعہ کچی سڑک کے...... یکّوں میں بیٹھ کر سفر کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ بٹالہ پہنچ کر مَیں نے یکّہ لیا۔ میرا ہمسفر اس روز اتفاقاً لالہ شرمپت تھا جو قادیان کا باشندہ اور حضرت اقدسؑ کی بہت سی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا چشمدید گواہ تھا۔ اُنہوں نے مجھ سے حضرت صاحب کا حال دریافت کیا۔ مَیں نے کہا کہ میں حضورؑ کو بہت تکلیف کی حالت میں چھوڑ کر چلا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ بیمار تو پہلے بھی رہتے ہیں۔ مَیں نے کہا آج زیادہ بیمار تھے اور ایمان کی بات تو یہ ہے کہ مجھے بوجہ فرطِ محبت کے یہ یقین ہرگز نہ تھا کہ حضورؑ ضرور بالضرور آج ہی فوت ہوجائیں گے۔ اس لئے میں نے بجز مولوی محمد علیؓ صاحب کے اَور کسی کے پاس فوراً اس کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن ایک گھنٹہ شاید گزرا ہوگا کہ حضورؑ کی وفات کی خبر قادیان میں پہنچ گئی۔ تمام قادیان شام کے وقت اسی طرح ماتم کدہ بنا ہوا تھا جس طرح صبح کے دس بجے احمدیہ بلڈنگز کی عمارت ماتم کدہ بنی ہوئی تھی۔

قادیان میں جب حضورؑ کی وفات کی تار پہنچی تو لوگوں کو یقین نہ آیا کہ یہ خبر سچی ہے۔ بلکہ شُبہ گزرا کہ شاید کسی دشمن نے تار دی ہو۔ اتنے میں جناب مولوی محمد علی صاحب نے شیخ یعقوب علیؓ صاحب سے کہا کہ گوہر صاحب (یہ خاکسار) ابھی ابھی لاہور سے آئے ہیں اُن سے پوچھنا چاہئے۔ نمازِ مغرب کا وقت قریب تھا۔

تمام مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ مَیں بھی مسجد میں پہنچا۔ مَیں نے حضورؑ کی شدید علالت کا حال کھول کر بیان کیا اور جو الہامات حضور کو دو تین روز پیشتر ہوئے تھے، وہ بھی سنائے۔ تب لوگوں کو یقین آیا کہ تار کی خبر سچی ہے اور فی الواقعہ حضورؑ رحلت فرما گئے ہیں۔

اُدھر لاہور میں جب حضورؑ کی وفات ہوئی۔ تو دِن کے دَس بجے کا وقت تھا۔ حضورؑ کو غسل اور کفن دیا گیا۔ حضورؑ کی وفات کی خبر سارے شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی تھی۔ جماعت کے لوگ دُور دَراز محلّوں سے آ آ کر جمع ہوتے گئے۔ ظہر کے وقت نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور حضورؑ کے جسد مبارک کو ایک تابوت میں رکھ کر اِرد گرد برف کے ڈلے احتیاطاً رکھے گئے کیونکہ گرمی کا موسم تھا۔ ان دنوں ایک گاڑی ایک بجے رات کے بٹالہ پہنچا کرتی تھی۔ اُس گاڑی میں حضور کی نعش مبارک بٹالہ لائی گئی۔ گاڑی کے ہمراہ بہت سے اَصحاب تھے۔

لاہور میں حضورؑ کی وفات پر مسلمانوں کے ایک گروہ نے یہودی مولویوں کے اِیماء سے جو شرمناک مظاہرہ ☆ پیش کیا، وہ ان لوگوں کی روحانی اور اخلاقی موت پر گواہ ٹھہر گیا۔ ان لوگوں کو اتنی جرأت تو نہ ہوئی کہ حضورؑ کی نعش کے قریب آ کر پھٹکیں اور آج سے اُنیس سو برس پیشتر کے یہودیوں کی طرح مسیح وقت کی بے حرمتی پر قادر ہو سکیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں نے ایک انوکھی کرتوت کر کے دنیا جہان کو دکھا دیا کہ وہ اپنے بھائیوں یعنی مسیح ناصری کے وقت کے یہودیوں سے کسی طرح رتبہ میں کم نہیں۔ اگر خدا کا فضل مسیح محمدی کے ساتھ شامل نہ ہوتا تو وہ ضرور اسی طرح کے کام کر کے دکھا دیتے جو اصل یہودیوں نے یروشلم کے شہر میں کئے تھے۔ بلا شبہ ان کی نیّت وہی ہوگی جو آج سے 1900 برس پیشتر کے یہودیوں کی تھی۔ اور چونکہ اعمال کا بدلہ نیّتوں پر موقوف ہے، اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتُ، اس لئے ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ حشر کے روز اپنے اس عَمل کا بدلہ اسی رنگ میں پائیں گے جس رنگ میں مسیح ناصری کے دشمن۔ اِنَّ اللّٰہَ لَاْیُضِیْعُ اَجْرُالْمُحْسِنِیْنَ۔ (سورۃ التّوبۃ: 120)

ادھر جب قادیان میں حضورؑ کی وفات حسرت آیات کی خبر پہنچی تو عشاء کی نماز کے بعد بے شمار اَصحاب جن میں عاجز راقم بھی شامل تھا، پیدل یلغار کرتے ہوئے قادیان سے روانہ ہوئے اور رات میں بٹالہ پہنچ گئے۔ صبح کی نماز بٹالہ میں باجماعت پڑھی گئی۔ اس کے بعد یہ تجویز پاس ہوئی کہ حضورؑ کی نعش مبارک کو چارپائی پر رکھ کر مخلصین جماعت ہاتھوں ہاتھ قادیان پہنچا دیں۔ چنانچہ اسی طریق پر سلسلے کے نوجوانوں نے جن میں خاکسار بھی شامل تھا، حضورؑ کی نعش مبارک کو نہایت امن اور آرام کے ساتھ نو بجے کے قریب قادیان پہنچا دیا۔

حضورؑ کی نعش حضورؑ کی بارہ دری میں لے جا کر رکھ دی گئی جو مقبرہ بہشتی کے ساتھ ملحق ہے۔ مرزا سلطان احمد صاحب کے آموں کے باغ میں حضرت خلیفہ اوّل نور الدّین اعظمؓ نے جو قبل ازیں منصبِ خلافت کے لئے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے منتخب ہو چکے تھے نماز جنازہ پڑھائی اور عصر کے وقت حضورؑ کی نعش مبارک بہشتی مقبرہ میں دفن کی گئی۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گُل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

لاہور میں حضورؑ کا قریباً ایک ماہ قیام رہا۔ اس عرصہ میں جو اہم واقعات پیش آئے۔ قارئین کے استفادہ کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں:

اکابر ہنود اور مسلمین سے ملاقاتیں

مسلمانوں میں سر میاں فضل حسین صاحب مرحوم ایک خاص غرض لے کر حضورؑ کی ملاقات کو آئے اور حضورؑ سے استدعا کی کہ حضورؑ اور حضورؑ کی جماعت عام مسلمانوں کو کافر کے لقب سے یاد نہ کریں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ اس بارہ میں ہم نے پہل نہیں کی بلکہ اوّل مسلمان مولویوں نے مجھے کافر ٹھہرایا۔ اب حدیث کی رُو سے ہمارا حق ہے کہ ہم انہیں کافر قرار دیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر دوسرے مسلمان آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں مگر آپ نہ کہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ یہ بات تو شرع شریف کے خلاف ہے، یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ (ملخّص بالفاظ خود)

جلسہ دعوت

حضور نے شہر کے اکابر مسلمین کو، جن میں شہزادہ محمد ابراہیم بھی شامل تھے، دعوت دی۔ اس دعوت کا اہتمام خواجہ کمال الدینؓ صاحب، شیخ رحمت اللہؓ صاحب وغیرہ کے سپرد تھا۔ جب تمام معززین جمع ہو گئے تو حضورؑ نے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک ایک مؤثر تقریر فرمائی جس میں مختلف اسلامی مسائل پر روشنی ڈالی۔ پردہ کی ضرورت پر بھی زور دیا اور مسئلہ نبوّت اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پر بھی بحث کی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ جس مذہب کی پیروی سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف اس کے متبعین کو حاصل نہ ہو وہ مذہب مُردہ ہے۔ اسی طرح خدا جس طرح پہلے زمانوں میں انسان کو مقامِ نبوت تک پہنچاتا تھا، کیا نعوذ باللہ اب وہ مر گیا ہے کہ اب نبی نہیں بنا سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضورؑ نے ختم نبوّت کی بھی وضاحت فرما دی کہ اب کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ اتنے میں کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حضورؑ نے سامعین سے پوچھا کہ کھانے کا وقت ہو گیا ہے اگر آپ کہیں تو تقریر جاری رکھوں، نہیں تو تقریر بند کر دوں۔ اس پر حاضرین نے کہا کہ جسمانی غذا تو ہر روز کھاتے ہی ہیں روحانی غذا تو کبھی کبھی ملتی ہے۔ لہٰذا حضورؑ نے اپنی تقریر پھر جاری فرما دی۔

ابناءِ زمانہ کی عقلوں پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے کہ باوجود حضورؑ کی پوری وضاحت کے پھر بھی اُن کو مسئلہ ختم نبوّت کی سمجھ نہ آئی کیونکہ تقریر سے دو یوم گزرنے پر اخباروں میں مسئلہ نبوّت پر طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

☆ اوباشوں کے ایک گروہ نے ایک مصنوعی جنازہ تیار کر کے اور ایک شخص کو چارپائی پر لٹا کر ایک جلوس نکالا اور احمدیہ بلڈنگز کے پاس سے ماتم کرتے ہوئے گزرے۔ مرزا مویا منگلوار۔ ہائے ہائے مرزا مویا منگلوار۔ وہ جاہل اور بیوقوف حضرت اقدسؑ کے منگل کے دن فوت ہونے پر خوشیاں مناتے تھے۔ لیکن اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ ایک نبی یا اوتار کا منگل کے دن وفات پانا تو دنیا کی تباہی یا مصائب شدید کے نزول کا پیش خیمہ تھا۔ خود نبی کی ذات پر تو اس سے کچھ حرف نہ آ سکتا تھا کیا اس سے پہلے کوئی نبی یا ولی منگل کے دن فوت نہیں ہوا تھا؟ منگل کی حقیقت اور اثرات کا اثر یہ نام کے مسلمان کیا جانیں۔ کسی ہندو جوتشی یا فاضل پنڈت سے پوچھیئے وہ تم کو بتائے گا کہ منگل کے دن فوت ہونے والا مدعی نبوت جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ یہ بات میں نے اپنی ذاتی واقفیت اور ایک پنڈت کی شہادت کی بِنا پر لکھی ہے۔

'اخبار عام' جس کا ایڈیٹر ایک سناتنی پنڈت تھا۔ اُس نے جلسہ دعوت کی تقریر کی بِنا پر اپنے اخبار میں یہ رپورٹ شائع کی کہ حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوّت سے انکار کردیا۔ لیکن آپؑ کی وفات پر ایک مسلمان مولوی نے ایک اسلامی اخبار میں یہ بیان دیا کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب نے جلسۂ دعوت میں یہ گستاخانہ کلام کیا تھا کہ کیا خدا اب مرگیا ہے کہ وہ نبی نہیں بنا سکتا، اس لئے آپ کو موت نے آ پکڑا۔

ان کوڑھ مغزوں کو آج تک یہ سمجھ نہیں آئی کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی بھی اور کسی وقت بھی ایسی مستقل نبوّت کا دعویٰ نہیں فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت سے الگ اور اُسے منسوخ کرنے والی ہو یا آپ کی نبوّت نبی کریم کی نبوّت تھی اور آپ کا دعویٰ نبوّت نبی کریم کے نام پر تھا۔

مضمون لمبا ہوتا جاتا ہے اور قابل بیان باتیں بہت ہیں۔ لہٰذا ایک دو ضروری اُمور بیان کرکے میں اپنا بیان ختم کردوں گا۔

مئی 1908ء کا نصف آخر تھا۔ مولوی ابراہیم سیالکوٹی جو اہل حدیث ہیں۔ انہوں نے وفات مسیح کے بوسیدہ مضمون سے متعلق مباحثہ کرنا چاہا اور اس بارہ میں حضورؑ سے خط و کتابت شروع کی۔ حضورؑ نے مولوی محمد احسنؓ صاحب کو ان کے ساتھ خط وکتابت کرنے کا حکم دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد احسن صاحبؓ کے جواب ہی نے سیالکوٹی اہل حدیث کو خاموش کردیا اور وہ آگے نہ چل سکے۔ انہی ایام میں مولویوں نے اپنا سکّہ عوام کے دلوں پر جمانے کے لئے ایک تدبیر نکالی۔ عصر کی نماز کے بعد اسلامیہ کالج کی زمین میں وہ اپنا اڈا جماتے تھے۔ یہ زمین اسلامیہ کالج کی Play Ground سے جانب غرب لبِ سڑک واقع تھی اور اس میں کسی شخص کا لکڑی کا ٹال بھی تھا۔ ایک دو لکڑی کے تخت جوڑ کر سٹیج بنایا جاتا تھا جس پر کھڑے ہوکر مولوی اور سجادہ نشین باری باری حضورؑ کی مخالفت میں تقریریں کیا کرتے تھے۔ ان مخالفین میں مولوی جعفر زٹلی، مولوی روحی پروفیسر عربی اسلامیہ کالج، جماعت علی شاہ جن کو پنجابی پیر یا پنجابیوں کا پیر ہونے کا دعویٰ تھا اور شاید اب بھی ہے۔ مولوی ابراہیم سیالکوٹی اور اسی نوع کے دو ایک اور مدعیانِ علم وفضل تھے۔ یہ لوگ اپنے مُنہ کی پھونکوں سے نور اللہ کو بجھانا چاہتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کے ایک سرسبز اور پھلدار درخت کو کاٹنا چاہتے تھے۔ ان سے بڑھ کر ظالم اور کوڑھ مغز کون ہوسکتا تھا۔ ہم لوگ بھی اس اکھاڑے کو دیکھنے جاتے۔ یہ لوگ فخر سے مونچھوں پر تاؤ دے کر سرِ میدان للکارتے اور شیخی بگھارتے تھے۔ کوئی حضورؑ کی کتب میں صرف ونحو کی غلطیاں نکالتا، کوئی مباحثہ کا چیلنج دیتا، کوئی معراج کا مسئلہ بیان کرکے عوام النّاس کو مخاطب کرتا اور کہتا کہ دیکھو مرزا رسول کریم صلی اللہ علیہ سلم کے جسمانی معراج کا منکر ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ معراج کے معاملہ میں مَیں خود صاحب تجربہ ہوں۔ اس پر جہلا جو لبِ سڑک قطار باندھے کھڑے ہوتے تھے وہ توبہ توبہ پکار اُٹھتے۔ غرضیکہ اسی قسم کی غلط بیانیاں کرکر کے ہر روز راہ گزروں اور لبِ سڑک کھڑے ہونے والے جاہلوں کو یہ لوگ سلسلہ احمدیہ سے بدظن کرتے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یزیدی فوجوں نے حضرت امام حسینؓ کے خیمہ کو گھیر رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ امام الزمان اُن کی مونہہ کی پھونکوں اور اُن کی تعلّیوں سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیں۔ مگر یہ بات تو کربلا کے میدان میں بھی یزیدیوں کو نصیب نہ ہوئی تھی جبکہ حضرت اَمام حسینؓ کے ہمراہ صرف 72 آدمی تھے اور یہاں تو خدا کے فضل سے علاوہ ہزار ہا جانباز سپاہیوں کے جو حضرت امام الزمان کے ہمراہ تھے، ملائکہ کی فوجیں بہرامداد موجود تھیں۔ پس ایسے میدان میں ان یزیدیوں کی کیا دال گلتی؟ ہر روز بکواس بک بک کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کراتے اور شام کو اپنا سامُنہ لے کر گھروں کو چلے جاتے تھے۔ اور بجائے کسی برکت کے حصول کے چند ہزار لعنتیں ان کے حصے میں آجاتی تھیں۔

انہی دنوں میں جبکہ حضورؑ لاہور میں مقیم تھے یا اس سے کچھ پیشتر ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی مُرتد نے حضورؑ کی وفات کے متعلق ایک الہام شائع کیا تھا کہ 4 ساون تک مرزا فوت ہوجائے گا۔ (حضورؑ تو خود ہی اپنی وفات کی خبریں وقتاً فوقتاً بذریعہ الہام شائع کررہے تھے۔) شیطان نے موقعہ پاکر ڈاکٹر عبدالحکیم کے ذہن میں ایک آواز ڈالی اور استراق السمع کے ذریعہ مندرجہ بالا الہام ڈاکٹر مذکور کو سنایا۔

اب یہ کیسا نازک وقت تھا۔ اِدھر اللہ تعالیٰ، دوسری طرف شیطان ڈاکٹر مذکور کو کہتا ہے کہ تم اشتہار دے دو کہ مرزا 4 ساون تک فوت ہوجائے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر مذکورہ نے ایسا ہی کیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے چونکہ صادق اور کاذب میں فرق کرکے دکھلانا تھا اس لئے شیطان نے چند روز کے بعد ڈاکٹر مذکور کو کہا کہ اب تم پہلے الہام میں تھوڑی سی ترمیم کرکے اشتہار دو کہ مرزا 4 ساون کو فوت ہوجائے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

4 ساون ماہ جولائی 1908ء کی کوئی تاریخ تھی۔ لیکن حضرت اقدسؑ اپنے رحمانی الہام کے مطابق اور ڈاکٹر مذکور کی ناک کاٹنے کے لئے 26 مئی 1908ء کو فوت ہوگئے۔ پس ڈاکٹر مرتد کو اس کے اپنے ہی الہام نے جھوٹا ثابت کردیا۔ فالحمدللّٰہ علی ذالک

خاتمہ

مَیں شروع میں بیان کرچکا ہوں کہ چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود کو اپنی قریبی وفات کے متعلق بہت سے الہامات اور کشوف ہوچکے تھے لہٰذا آپؑ قدرتاً ایسے وقت میں کسی سفر کے خواہشمند نہ ہوسکتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ آپؑ کی وفات ایک مجاہد فی سبیل اللہ کی وفات ہو اور آپؑ دشمنوں کے مقابلہ میں لڑتے لڑتے اسلام کی راہ میں شہید ہوں تاکہ نبوت کے ساتھ آپ کو شہادتِ کُبریٰ کا درجہ بھی حاصل ہوجائے۔

اگر آپ ماہ اپریل 1908ء میں عازم لاہور نہ ہوتے تو اُن تجلّیاتِ الٰہیہ کا ظہور کیسے ہوتا جو آپ کے قیام لاہور کے دوران میں ظہور پذیر ہوئیں۔ مسئلہ النبوّت فی الاسلام، ختم نبوّت، کفر واسلام، غیر احمدی کا جنازہ اور ہندو مسلم اتحاد کے دوٹوک فیصلے کیونکر صادر ہوتے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات کیونکر معلوم ہوتی کہ لاہور شہر میں ایسے اوباش بھی ہیں جو خدا کے فرستادوں کی نعشوں پر پتھر پھینک کر کسی وقت سارے شہر کی ہلاکت اور بربادی کا موجب ہوسکتے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

(اخبار ''الحکم'' قادیان 28 مئی و 7 جون 1939ء)

انفاق فی سبیل اللہ

(قسط دوم۔ آخر)

(عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل لندن)

مالی قربانیوں کے ایمان افروز نمونے

انسان کو اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح سے بنایا ہے کہ کبھی وہ خدائی فرمان کو سن کر ایسا متاثر ہوتا ہے کہ یک لخت اس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے بارہ میں آتا ہے کہ کان وقافاً عندالقرآن کہ وہ قرآن مجید کی آیات سن کر فوراً تابع فرمان ہوتے ہوئے رک جایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی زبانی آیت کریمہ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران 3:145) سن کر حضرت عمرؓ پر کیا گزری؟ سونتی ہوئی تلوار ہاتھ سے گر پڑی اور کھڑا ہونا بھی مشکل ہو گیا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرمان نبوی کان میں پڑتا ہے اور زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ گلی میں راہ چلتے صحابی کے کان میں رسولِ خدا ﷺ کی آواز پڑی کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ براہ راست مخاطب بھی نہ تھے لیکن وہیں گلی میں بیٹھ گئے۔ شراب کا دور چل رہا تھا اعلان سنائی دیا کہ شراب آج سے حرام کر دی گئی ہے۔ غلبۂ خمر کے باوجود ایک صحابی اٹھے اور لاٹھی سے شراب کے مٹکے چکنا چور کر دیئے۔ دراصل نیکی کے ہر میدان میں اطاعت کا یہی مقام ہر مومن کو حاصل کرنا چاہیے۔ اسی غرض سے تربیتی تقاریر میں آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ارشادات کو بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی برکت سے مومنوں کے دلوں میں ایک پاکیزہ تبدیلی اور تحریک پیدا ہو۔۔۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان عملی مثالوں سے بہت متاثر ہوتا ہے اور نیک اثر قبول کرتا ہے۔

انسان بالطبع نمونہ کا محتاج ہے اور دوسروں کے نیک نمونوں سے اس کے دل میں بھی نیکی کی تمنائیں بیدار ہوتی اور اسے بھی اسی رنگ میں رنگین ہونے پر مستعد کرتی ہیں۔ رسولِ پاک ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ وہ شخص حقیقت میں بہت ہی سعادت مند ہے جو دوسروں کے نیک نمونوں سے نصیحت پکڑتا ہے۔ اس پُر حکمت اصول کی روشنی میں میں مالی قربانیوں کے چند نمونے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس امید اور دعا کے ساتھ

"شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات"

قرونِ اولیٰ کی مثالیں

آیئے ابتداء کرتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی مثالوں سے جنہوں نے نورِ محمدیؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی سعادت پائی، آپؐ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور واقعی آپؐ کی ہدایات کو اپنی زندگیوں کا کچھ اس طرح حصہ بنا لیا کہ وہ سب کے سب آسمان ہدایت پر ستاروں کی طرح جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ یہی ہیں وہ خوش قسمت صحابہ جن سے خدا راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے اور جن کے نمونے کو رسولِ پاک ﷺ نے ہمیشہ کے لئے قابلِ تقلید قرار دیا۔

انفاق فی سبیل اللہ کے واقعات سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ صحابہ کرام نے اِس اسلامی تعلیم پر جس طرح دل وجان سے عمل کیا وہ تاریخ عالم میں بے مثل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک غزوہ کے موقع پر نصف مال پیش کر دیا اور سوچا کہ میں اس میدان میں سب پر سبقت لے گیا ہوں۔ تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور اپنا سارا مال پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔

❀...... انفاق فی سبیل اللہ اور مسابقت کی یہ دلفریب ادائیں صحابہ کرام نے اپنے اور ہمارے محبوب آقا، معلم کل جہاں، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سیکھیں۔ آپؐ ہی نے ان کے دلوں کو روحانی پاکیزگی عطا فرمائی اور پھر ان دلوں میں راہِ خدا میں اپنے اموال بے دریغ قربان کرنے کا بیج بویا۔ جب یہ بیج پھل لاتا اور انفاق فی سبیل اللہ اور ایثار کا کوئی مظاہرہ آپؐ کی نظروں کے سامنے آتا تو آپؐ کا چہرۂ مبارک خوشی سے تمتما اٹھتا۔ ایک کسان کی طرح جو اپنی سرسبز اور لہلہاتی ہوئی کھیتی کو دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔ اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک غریب قوم کے لوگ حاضر ہوئے جو ننگے پاؤں اور ننگے بدن تھے۔ ان کی حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے صحابہ کو جمع کر کے خطاب کیا اور ان کے لئے صدقہ کی تحریک فرمائی۔ صحابہ نے دینار، درہم، کپڑے، جَو اور کھجور صدقہ کیا یہاں تک کہ کپڑوں اور غلے کے دو ڈھیر جمع ہو گئے۔ حضرت جریرؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ یہ منظر دیکھ کر سونے کی ڈلی کی مانند چمک رہا تھا۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقہ)

❀...... جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ (سورۃ آل عمران: 93) "کہ تم ہرگز نیکی نہ پا سکو گے جب تک تم ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو گے، جن سے تم محبت کرتے ہو"۔

تو اس کے بعد وفا شعار صحابہ کا طرزِ عمل دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ وہ اپنی ہر محبوب ترین چیز کو راہِ خدا میں قربان کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ انصارِ مدینہ میں سب سے زیادہ باغات حضرت طلحہؓ کے پاس تھے۔ بیرحاء نامی ایک باغ آپ کا محبوب ترین باغ تھا۔ یہ مسجد نبوی کے سامنے تھے اور حضور ﷺ اکثر وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس باغ کا ٹھنڈا اور میٹھا پانی آپ کو بہت مرغوب تھا۔ یہ آیت اتری تو حضرت ابوطلحہؓ نے فی الفور یہ باغ اللہ کی رضا کی خاطر صدقہ کے طور پر پیش کر دیا!۔

❀...... حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا کہ جب یہ آیت اتری تو میں نے غور کیا کہ مجھے اپنے اموال میں سب سے زیادہ پسندیدہ مال کون سا ہے؟ میں نے اپنی رومی لونڈی سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہ پائی۔ اس پر میں نے اسی وقت اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ (حلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 295)

❀...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ بھی عجیب ایمان افروز واقعہ ہے اور ان کے سچے جذبات کی خوب عکاسی کرتا ہے۔ ایک دفعہ بیمار ہوئے اور مچھلی کھانے کو بہت دل چاہا۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے ایک مچھلی تلاش کی۔ پکا کر ان کے سامنے رکھی۔ ابھی ایک لقمہ بھی نہ لیا تھا کہ دروازہ پر ایک مسکین نے صدا دی۔ آپ نے فوراً

ساری کی ساری مچھلی اٹھا کر اسے دیدی۔ لوگوں نے اصرار سے کہا کہ آپ مچھلی کھالیں۔ اس مسکین کو ہم رقم دے دیتے ہیں جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کر لے گا لیکن حضرت عمر نے فرمایا کہ اس وقت میرے لیے یہی مچھلی سب سے زیادہ پسندیدہ اور مرغوب ہے اور میں اسے ہی صدقہ کروں گا۔ (حلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 297)

❁ ......حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے۔ ان کو بیت المال سے پانچ ہزار دینار ملتے تھے۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ رقم ملتے ہی ساری کی ساری راہِ خدا میں قربان کر دیتے اور اپنا گزارہ چٹائیاں بُن کر چلاتے تھے۔ (الاستیعاب جلد 2 صفحہ 572)

❁ ......حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ اور حضرت اسماء سے زیادہ کسی کو سخی نہیں دیکھا۔ دونوں کا اندازِ قربانی مختلف تھا۔ حضرت عائشہؓ تو تھوڑا تھوڑا کر کے مال جمع کرتیں اور جب کچھ مال جمع ہو جاتا تو سب کا سب تقسیم کر دیتیں۔ مگر حضرت اسماءؓ کا طریق یہ تھا کہ وہ تو کوئی چیز اپنے پاس رکھتی ہی نہ تھیں۔ (الادب المفرد باب السخاوۃ)

❁ ......ایک بار رسول خدا ﷺ نے عورتوں کو راہ خدا میں قربانی کرنے کی نصیحت فرمائی۔ ابھی آپ واپس گھر نہیں پہنچے تھے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی آ گئیں اور عرض کیا کہ میرے پاس جس قدر زیورات ہیں وہ سب کے سب لے آئی ہوں اور راہ خدا میں پیش کرتی ہوں۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ)

یہ چند مثالیں بطور نمونہ ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کی پاک نظر ان صحابہ کے وجودوں پر کچھ ایسا کام کر گئی کہ وہ اپنے آپ سے کھوئے گئے۔ انہوں نے فنافی اللہ اور انفاق سبیل اللہ کے وہ نمونے دکھائے جن کی نظیر ملنا محال ہے۔

دورِ حاضر کی مثالیں

اور آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس دورِ آخرین میں جو حضرت رسولِ پاک ﷺ کے غلام کامل اور عاشقِ صادق کا بابرکت دور ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور یہ سعادت عطا فرمائی کہ ہم نے یہ زمانہ پایا جس کی راہ تکتے تکتے لاکھوں کروڑوں انسان اس دنیا سے گزر گئے۔ حضرت مسیح الزمان، مہدی دوراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے قرونِ اولیٰ کے صحابہ کے نقوشِ پا کی کچھ اس فدائیت سے پیروی کی کہ ان کے آقا نے انہیں جیتے جی یہ نوید سنادی کہ

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

ان صحابہ کرام اور تابعین کرام کی مثالیں کوئی دور کی بات نہیں۔ ان میں سے بعض خوش نصیبوں کو دیکھنے کا شرف ہم میں سے بعض نے پایا اور بہت سے ایسے تابعین ہیں کہ جو آج اس دور میں ہمارے درمیان موجود ہیں اور اپنے پیش رو صحابہ کے رنگ میں رنگین ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ اسلام کے ان فدائیوں نے مالی قربانیوں کے میدانوں میں کس کس انداز میں روشن مینار تعمیر کیے ہیں۔

❁ ...... راہِ خدا میں خرچ کرنا ایک بات ہے لیکن ایسا کرتے ہوئے بے پناہ فدائیت، ایثار اور مسابقت کا جذبہ بھی ساتھ ہو تو ایسی قربانیوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ بالکل ابتدائی زمانہ کی بات ہے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو ایک اشتہار شائع کرنے کے لئے ساٹھ روپے کی ضرورت تھی۔ آپ نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ سے فرمایا کہ ضرورت فوری ہے۔ کیا ممکن ہے کہ آپ کی جماعت اس ضرورت کو پورا کر سکے؟ حضرت منشی صاحبؓ نے حامی بھر لی اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی بات سن کر سیدھے گھر گئے۔ اپنی بیوی کی رضامندی سے زیور بیچ کر فوری طور پر مطلوبہ رقم لا کر حضورؑ کی خدمت میں پیش کر دی۔ چند روز بعد حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ ملنے آئے اور حضورؑ نے کپورتھلہ جماعت کا شکریہ ادا کیا کہ آپ لوگوں نے بہت بروقت مدد کی۔ اس پر یہ راز کھلا کہ منشی ظفر احمد صاحبؓ نے تو جماعت کے کسی دوست سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ کتنی جانثاری اور کتنی خاکساری اور کتنی بے نفسی ہے اس واقعہ میں!۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ کو مالی خدمت کے اس نادر موقع سے محرومی کا اس قدر شدید قلق تھا کہ آپ کافی عرصہ تک حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ سے ناراض رہے۔ کیا شان ہے اس ناراضگی کی۔ وجہ صرف یہ تھی کہ سارا ثواب آپ نے ہی لے لیا اور ہمیں اس ثواب میں حصہ دار نہ بنایا!
(اصحاب احمد جلد 6 صفحہ 72)

❁ ......حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے واقعہ سے جو ابھی آپ نے پڑھا، دورِ آخرین کے حضرت میاں شادی خانصاحبؓ کی یاد آجاتی ہے۔ سیالکوٹ کے لکڑی فروش، بہت متوکل انسان تھے۔ تنگدست تھے لیکن دل کے بادشاہ۔ اس فدائی انسان کا نمونہ یہ تھا کہ انہوں نے ایک موقعہ پر اپنے گھر کا سارا ساز وسامان فروخت کر کے ڈیڑھ سو روپیہ کے بعد مزید دوسو روپے حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اُس زمانہ کے لحاظ سے یہ بہت بڑی قربانی تھی۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے ایک مجلس میں اس پر اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا کہ میاں شادی خان نے تو اپنا سب کچھ پیش کر دیا۔ اور "درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔" (بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 315)

میاں شادی خان صاحبؓ نے سنا تو سیدھے گھر گئے۔ ہر طرف نظر دوڑائی۔ سارا گھر خالی ہو چکا تھا صرف چند چار پائیاں باقی تھیں۔ فوری طور پر ان سب کو بھی فروخت کر ڈالا اور ساری رقم لا کر حضور کے قدموں میں ڈال دی اور حضور کے منہ سے نکلی ہوئی بات لفظاً لفظاً پوری کر دی!۔ اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس فدائی خادم کو کس طرح نوازا۔ ان کی وفات ہوئی تو ان کی آخری آرام گاہ بہشتی مقبرہ میں ایسی جگہ بنی جو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مزارِ مبارک سے چند گز کے فاصلہ پر تھی اور بعد ازاں مقدس چار دیواری کے اندر آ گئی!

❁ ......انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق کسی انسان کو تب ہی ملتی ہے جب اسے توکل علی اللہ کی نعمت نصیب ہو۔ اس تعلق میں حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ لدھیانوی کا خوبصورت نمونہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

"ہمارے گھر میں خرچ نہ تھا۔ میرے والد صاحب نے میری والدہ سے پوچھا: آٹا ہے؟ کہا نہیں۔ مال ہے؟ جواب نفی میں ملا۔ ایندھن ہے؟ وہی جواب تھا۔ جیب میں ہاتھ ڈالا۔ صرف دو روپے تھے۔ فرمانے لگے: اس میں تو اتنی چیزیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ اچھا میں ان دو روپوں سے تجارت کرتا ہوں۔ وہ دو روپے کسی غریب کو دے کر خود نماز پڑھنے چلے گئے۔ راستہ میں اللہ تعالیٰ نے دس روپے بھیج دیئے۔ واپس آ کر فرمایا: "لو میں تجارت کر آیا ہوں۔ اب سب چیزیں منگوالو۔ اللہ کی راہ میں مال دینے سے گھٹتا نہیں، بڑھتا ہے"۔
(انعامات خداوند کریم صفحہ 221-222 تصنیف حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحبؓ لدھیانوی)

❁ ......دین کی راہ میں مالی قربانی کی ایک عظیم اور شاندار مثال حضرت مسیح پاک

علیہ السلام کے صحابی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی ہے۔لندن مشن میں سن ساٹھ کی دہائی میں یہ تجویز چلی کی جماعت احمدیہ برطانیہ کے مرکز میں موجود دو عمارتوں کو (جو کافی پرانی ہو چکی تھیں) گرا کر ایک بڑا کمپلیکس بنایا جائے جس میں ایک بڑا ہال، دفاتر، دو بڑے رہائشی مکان اور ایک چھوٹا رہائشی فلیٹ ہو۔اس تعمیراتی منصوبہ کے لئے جماعت کے پاس اس وقت مطلوبہ ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم موجود نہیں تھی۔ جماعتی ضروریات کے لئے بینک سے سود پر رقم لینا بھی جماعت کا طریق نہیں۔

بہت سوچ بچار اور کوشش کے بعد جب کوئی صورت نہ بن سکی تو حضرت چوہدری صاحبؓ سے درخواست کی گئی کہ کیا آپ یہ رقم مہیا فرما سکتے ہیں جو بعد ازاں آپ کو قسط وار واپس کر دی جائے گی۔ آپ نے اس پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔ قرآنی تعلیم کے مطابق اس غرض سے ایک معاہدہ تجویز کیا گیا کہ حضرت چوہدری صاحب جماعت کو ایک لاکھ پاؤنڈ ادا کریں گے اور جماعت ایک وقت مقررہ کے اندر اس کی واپسی کی ذمہ دار ہوگی۔ ایک شام معاہدہ کی مجوزہ تحریر چوہدری صاحب کو دی گئی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں بغور مطالعہ کرنے کے بعد دستخط کر کے کل دے دوں گا۔

......لیکن اگلی صبح چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس بارہ میں سوچا اور دیانتداری سے اس پر غور کیا تو میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ ظفر اللہ خان! آج تم جو کچھ ہو یہ احمدیت کی بدولت ہو۔ تم نے جو کچھ پایا وہ سارے کا سارا اسی جماعت کا فیضان ہے۔ کیا اب تم اسی محسن جماعت کو ایک رقم قابلِ واپسی قرض کے طور پر دینا چاہتے ہو؟ میرے نفس نے مجھے بہت ملامت کی اور میں اپنے ارادہ پر بہت شرمسار ہوا اور بہت استغفار کی۔ اسی لمحہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ مطلوبہ رقم بطور قرض نہیں بلکہ ایک عاجزانہ عطیہ کے طور پر جماعت کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے معاہدہ کی تحریر پھاڑ دی اور ایک لاکھ پاؤنڈ کا چیک اسی وقت جماعت کے حوالہ کر دیا۔ اور ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ میری اس ادائیگی کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے علاوہ کسی اور شخص سے میری زندگی میں ہرگز ذکر نہ کیا جائے۔ قربانی، عاجزی اور اخلاص کا کیا شاندار نمونہ ہے!۔

✿......حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام کے صحابہ میں مالی قربانیوں کا جذبہ ایسا راسخ ہو چکا تھا کہ اس کے نئے سے نئے انداز اختیار فرماتے۔ ایک چھوٹی سی مثال پیش ہے جس میں بے پناہ جذبہ قربانی جھلکتا نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی سائیں دیوان شاہ صاحبؓ اپنے بار بار قادیان آنے کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں: "میں چونکہ غریب ہوں۔ چندہ تو دے نہیں سکتا۔ قادیان جاتا ہوں تا کہ مہمان خانہ کی چارپائیاں بُن آؤں اور میرے سر سے چندہ اتر جائے۔" (اصحاب احمد جلد 13 صفحہ 9)

✿......مال ہو تو اس کی طلب اور خواہش کے باوجود دینی ضروریات کو مقدم کرنا اور راہ خدا میں خرچ کرنا یقیناً بہت ہمت کی بات ہے اور ثواب عظیم کا موجب۔ لیکن مالی تنگی کے باوجود خدا کی راہ میں خرچ کرنا بلکہ اپنا سب کچھ پیش کر دینا واقعی صبر اور قربانی کا انتہائی بلند مقام ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اور صحابی کی مثال پیش کرتا ہوں جن سے ملنے کی سعادت اس عاجز کو حاصل ہے۔ حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ امرتسر میں تھے کہ حضور کی طرف سے چندہ لینے والے پہنچ گئے۔ نقد رقم تو موجود نہ تھی۔ آپ کے پاس اس وقت کنستر میں صرف آدھ سیر کے قریب آٹا تھا۔ آپ نے وہی پیش کر دیا اور وہ ساری رات آپ اور آپ کے اہل و عیال نے فاقہ سے گزار دی!۔ (الفضل 18 جنوری 1977ء)

✿......مالی قربانی کی عظمت کا معیار اس کی مقدار نہیں بلکہ وہ خلوص، جذبہ اور نیت ہے جس سے وہ قربانی پیش کی جاتی ہے۔ حضرت مرزا عبدالحق صاحب مرحوم ایڈووکیٹ سرگودھا نے ایک احمدی سقہ (ماشکی) کا یہ واقعہ بارہا جگہ جگہ بیان فرمایا کہ اس کا کام شہر کی نالیاں صاف کرنے والے کارکنان کے لئے اپنی مشک سے پانی ڈالنا تھا۔ اس کی ماہانہ آمد (اس زمانہ میں) صرف 32 روپے بنتی تھی۔ وہ اس آمد میں سے ہر ماہ 20 روپے بڑی باقاعدگی سے بطور چندہ ادا کرتا تھا اور باقی صرف 12 روپے میں اپنے خاندان کا گزارہ کرتا تھا۔ لاریب قربانی کا یہ معیار بہت ہی قابل رشک ہے اور بہتوں کے لئے درس نصیحت ہے۔

✿......قادیان کے ایک درویش کا عاشقانہ انداز قربانی ایسا ہے کہ روح پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ شمس الدین صاحبؓ درویش جسمانی طور پر معذور تھے سارا وقت ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں پڑے رہتے۔ نظام وصیت 1905 میں شروع ہوا۔ یہ 1919 میں اس میں شامل ہوئے لیکن اس اپاہج اور معذور لیکن دل کے غنی اور فدا کار کا نمونہ دیکھئے کہ آپ نے 1901 سے چندہ وصیت دینا شروع کر دیا۔ اور نہ صرف ساری زندگی ادا کیا بلکہ آئندہ سالوں کا چندہ بھی دیتے رہے اور 1990 تک کا چندہ وصیت ادا کر دیا جبکہ ان کی وفات 1950 میں ہوگئی۔ گویا وہ تصویری زبان میں کہہ رہے تھے کہ کاش میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اولین احمدیوں میں شامل ہوتا اور کاش میں 1990 تک زندگی پا کر اسلام کی خدمت کرتا چلا جاتا۔ قربانی کا یہ بے مثال جذبہ ایک ایسے شخص کا ہے جو معذور تھا۔ چل پھر بھی نہ سکتا تھا، پہلو تک نہیں بدل سکتا تھا۔ زبان میں بھی لکنت تھی لیکن اس فدائی کا دل کتنا متحرک اور جذبہ قربانی سے پُر تھا!

(بحوالہ وہ پھول جو مرجھا گئے از چوہدری فیض احمد گجراتی حصہ اول صفحہ 60 تا 62)

✿......انتہائی نازک اور مشکل حالات میں، دلی جذبات کو قربان کرتے ہوئے، راہ خدا میں قربانی پیش کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اس کے بے شمار نمونے تاریخ احمدیت میں جابجا جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ پشاوری نے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کا ایک واقعہ یوں بیان کیا کہ

"وزیر آباد کے شیخ خاندان کا ایک نوجوان فوت ہوگیا۔ اس کے والد نے کفن دفن کے لئے 200 روپے رکھے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے لنگر خانہ کے اخراجات کے لئے تحریک فرمائی۔ ان کو بھی خط گیا تو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو رقم بھجوانے کے بعد لکھا کہ میرا نوجوان لڑکا طاعون سے فوت ہوا ہے میں نے اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے مبلغ 200 روپے تجویز کئے تھے جو ارسالِ خدمت کرتا ہوں اور لڑکے کو اس کے لباس میں دفن کرتا ہوں"

(رسالہ ظہور احمد موعود صفحہ 70-71 مطبوعہ 30 جنوری 1955)

✿......کیا یہ ممکن ہے کہ کسی شخص کی زندگی میں یہ مرحلہ آجائے کہ اسے کہا جائے کہ اب تمہیں مزید مالی قربانی کرنے کی ضرورت نہیں؟ بظاہر تو یہی لگتا ہے کہ ایسا ممکن نہیں کیونکہ جماعتی ضروریات اور منصوبے تو آگے سے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ جماعتی تاریخ میں ایک شخص ایسے بھی گزرے ہیں جن کی غیر معمولی نمایاں اور بے لوث قربانیوں کو دیکھتے ہوئے واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اب انہیں مزید مالی قربانیوں کی ضرورت نہیں۔ یہ بزرگ شخصیت حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی تھی جن کے بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحبؑ نے ان کو

تحریری سند دی کہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت صاحبؑ کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپؑ پر مقدمہ گورداسپور میں ہورہا تھا اور اس میں روپیہ کی سخت ضرورت تھی۔ حضرت صاحبؑ نے دوستوں کو تحریک کی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ لنگر خانہ دوجگہوں پر ہوگیا ہے۔ ایک قادیان میں اور ایک گورداسپور میں۔ اس کے علاوہ مقدمہ پر خرچ ہورہا ہے۔ لہذا دوست امداد کی طرف توجہ دیں۔ جب حضرت صاحبؑ کی تحریک ڈاکٹر صاحبؓ کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ تقریباً 450 روپے ملی تھی وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت آپؑ کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ گھر کی ضروریات کے لیے رکھ لیتے۔ تو انہوں نے کہا کہ خدا کا نبی کہتا ہے کہ دین کے لیے ضرورت ہے تو پھر اور کس کے لئے رکھ سکتا ہوں۔ غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لئے اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحبؑ کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور انہیں کہنا پڑا کہ اب ان کو قربانی کی ضرورت نہیں''۔ (روزنامہ الفضل 11 جنوری 1927)

۞......مردوں کی مالی قربانیوں کا ذکر ہورہا ہے۔ حق یہ ہے کہ جماعت کی خواتین بھی اس مالی جہاد میں مردوں کے دوش بدوش بلکہ بعض صورتوں میں مردوں سے بھی آگے رہتی ہیں۔ مسجدوں کی تعمیر کے موقع پر جس طرح مرد اپنی جیبیں خالی کرتے اور تنخواہوں کے لفافے بند کے بند چندے میں دے دیتے ہیں، عورتیں بھی اپنے طلائی زیورات اسی والہانہ انداز میں چندہ میں پیش کرتی ہیں جیسے ان قیمتی زیورات کی کوڑی برابر بھی قیمت نہ ہو۔ شادی کے زیورات کے ڈبے، بند کے بند، خلیفۂ وقت کے قدموں میں رکھ دیتی ہیں!

۞...... میں چشم دید گواہ ہوں کہ مانچسٹر میں جب مسجد بیت الفتوح لندن کے سلسلہ میں تحریک کی گئی تو ایک نوجوان حاضرین میں سے اٹھ کر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ اس نے وہ لفافہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے گزشتہ ماہ کی تنخواہ ملی ہے۔ میں نے ابھی اس لفافہ کو کھولا تک نہیں۔ مسجد کے بارہ میں تحریک سن کر یہ لفافہ، بند کا بند، پیش کرتا ہوں!۔

۞......اسی مجلس میں ایک اور نوجوان کا نمونہ بھی ناقابل فراموش ہے جو دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کی ایک شاندار مثال ہے۔ تحریک سن کر وہ سٹیج پر آیا اور ایک لفافہ پیش کرتے ہوئے کہنے لگا کہ چند دنوں بعد میری شادی ہونے والی ہے میں نے ولیمہ کے لئے 500 پاؤنڈ بچا کر رکھے ہوئے ہیں۔ خدا کا گھر بنانے کی تحریک سن کر دل میں خیال آیا ہے کہ ولیمہ کا انتظام تو خدا تعالیٰ کسی نہ کسی طرح کر دے گا۔ خدمتِ دین کے اس واقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دوں۔ میری طرف سے یہ ساری رقم مسجد کے لئے قبول کرلیں۔

۞......اسی مجلس کا ایک اور بہت ہی ایمان افروز واقعہ ہے۔ مسجد کی تعمیر کی مبارک تحریک کرنے کے موقعہ پر جب میں نے وعدوں کی لسٹ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ سب سے زیادہ وعدہ ایک احمدی خاتون کا تھا۔ میں نے تقریر میں اس کا ذکر کردیا اور مردوں کو توجہ اور غیرت دلائی۔ ایک دوست نے خاتون کے دس ہزار پاؤنڈ کے مقابل پر پندرہ ہزار کا وعدہ کردیا۔ چند لمحوں میں اسی خاتون کی طرف سے چٹ آئی کہ میرا وعدہ بیس ہزار پاؤنڈ لکھ لیں۔ میں نے جب اس کا اعلان کیا تو اس مرد نے اپنا وعدہ فوراً بڑھا کر اکیس ہزار پاؤنڈ کردیا۔ مومنانہ مسابقت کا ایک ایمان افروز نظارہ تھا۔ ہر ایک منتظر تھا کہ دیکھیں اب کیا بنتا ہے۔ فوراً ہی اس مخلص خاتون کی طرف سے ایک اور چٹ موصول ہوئی جس کے مضمون نے سب مردوں کو لاجواب کر کے رکھ دیا۔ لکھا تھا کہ اب اس طرح بار بار وعدے بڑھانے کا موقع نہیں، میری طرف سے نوٹ کرلیا جائے کہ مسجد کی تعمیر کی خاطر ساری جماعت میں سے جو کوئی بھی سب سے زیادہ وعدہ لکھوائے گا۔ میرا وعدہ ہر صورت میں اس سے ایک ہزار پاؤنڈز زیادہ ہوگا!۔

مسابقت بالخیرات کا کیا ہی قابل رشک نمونہ ہے جو اس احمدی خاتون نے دکھایا!

۞......محترمہ کریم بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم منشی امام دین صاحب کی مثال بھی عجیب شان کی حامل ہے۔ آپ مالی حالات کی ناسازگاری کے باوجود ہمہ وقت مالی قربانی کی راہیں تلاش کرتی رہتی تھیں اور منتظر رہتی تھیں کہ کب مالی قربانی کا کوئی نیا موقع پیدا ہو اور وہ اس پر سب سے پہلے لبیک کہیں۔ آپ کا غیر معمولی جذبہ قربانی اس واقعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ جب انہوں نے وصیت کے سب واجبات ادا کرنے کے بعد حصہ جائیداد کی ساری رقم بھی ادا کردی تو ہوا یوں کہ دفتر کی غلطی کی وجہ سے وہ ساری کی ساری رقم کسی اور مدّ میں داخل کردی گئی اور ایک لمبے عرصہ کے بعد اس غلطی کا پتہ لگا۔ اس غلط اندراج کا ازالہ کاغذات میں درستی کے ذریعہ بآسانی ہوسکتا تھا لیکن اس مخلص خاتون نے یہ پسند نہ کیا کہ ادا کردہ رقم کو نکال کر صحیح مدّ میں درج کردیا جائے۔ انہوں نے ایک دفعہ ادا کردہ حصہ جائیداد کے برابر ساری کی ساری رقم دوبارہ ادا کر کے اپنا حساب بے باق کردیا!۔ (اصحاب احمد جلد 1 صفحہ 162)

۞......اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے جماعت کے مردوں اور عورتوں کو مالی قربانیوں کے میدانوں میں غیر معمولی رنگ میں حیران کن نمونے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ امراء کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عطا فرمائی ہے کہ وہ دل کھول کر، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، اپنی خداداد دولت قربان کرتے چلے جاتے ہیں اور غریب بھی اپنی نیک اور مخلصانہ، بے تاب تمناؤں کے لحاظ سے کسی سے پیچھے نہیں۔ بے شمار واقعات میں سے ایک نادر واقعہ پیش کرتا ہوں۔ قادیان کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔ خلافت ثانیہ میں ایک غریب خاتون کی قربانی کا واقعہ میری والدہ ماجدہ مرحومہ نے کئی بار سنایا۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک مجلس میں مالی قربانی کی تحریک فرما رہے تھے اور یہ غریب اور نادار خاتون اس بات پر بے چین ہو رہی تھی کہ مالدار لوگ تو قربانیاں کرتے جا رہے ہیں اور میں محروم رہی جاتی ہوں۔ سخت بے چینی میں اٹھ کر گھر آئی۔ گھر کی چیزیں بیچ کر تو پہلے ہی چندہ دے چکی تھی، صحن میں ایک مرغی نظر آئی۔ وہی لاکر حضور کے سامنے پیش کردی۔ پھر بے تاب ہوکر گھر گئی اور دو تین انڈے اٹھا کر لے آئی۔ قربانی کا جذبہ اتنا شدید تھا کہ آرام سے بیٹھنا مشکل ہورہا تھا۔ ادھر حضرت مصلح موعودؓ کا خطاب جاری تھا۔ وہ اٹھی اور گھر آکر ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ کچھ ملے تو جا کر وہ بھی پیش کردوں۔ خاوند ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھا تھا۔ اس نے کہا کہ اب کیا ڈھونڈتی ہو، سب کچھ تو دے چکی ہو، گھر میں تو اب کچھ بھی نہیں رہا۔ اس خدا کی بندی نے جو اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کرنے کی قسم کھا چکی تھی بڑے غصہ سے کہا: ''چپ کر کے بیٹھے رہو۔ میرا بس چلے تو میں تو تمہیں بھی بیچ کر چندہ میں دیدوں!''۔ (احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟ صفحہ 49)

عشاقِ اسلام واحمدیت کی یہ قربانیاں اور ان کی فدائیت کے یہ ایمان افروز نمونے ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ایک ایک واقعہ ہمیں دعوتِ عمل دے رہا ہے کہ ان واقعات کو پڑھ کر ایک لمحہ کے لئے خوش ہو جانے اور سر دھننے پر ہی بس نہ کردیں بلکہ ان پاک نمونوں کو اپنی زندگیوں میں بھی جاری وساری کر دکھائیں۔

باقی صفحہ 15 پر ملاحظہ فرمائیں